جلد ۳۸ | یکم رمضان سنہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۳۵ء یوم پنجشنبہ | نمبر ۴۲

مولوی عطاء اللہ امیر احرار کے مقدمہ میں سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے متعلق

آنریبل جسٹس کولڈسٹریم جج عدالت عالیہ لاہور کا فیصلہ

مولوی عطاء اللہ صاحب کے مقدمہ میں مسٹر جی۔ ڈی۔ کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ لاہور میں گورنمنٹ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے جو درخواست ہائے نگرانی پیش کی گئی تھیں۔ ان کا فیصلہ ۱۱ر نومبر آنریبل مسٹر جسٹس کولڈسٹریم جج ہائیکورٹ نے سنایا۔ ذیل میں اس فیصلہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے +

یہ فیصلہ درخواست ہائے نگرانی نمبر ۱۸۶۲ و نمبر ۲۲۵ سال ۱۹۳۵ء کے متعلق ہے :۔

بانی سلسلہ احمدیہ کے تاریخی حالات

۱۸۹۱ء میں (میں نے یہ تاریخ اور دوسرے تاریخی واقعات پنجاب گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت شائع شدہ کتاب "تذکرہ رؤسائے پنجاب" سے لئے ہیں) مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور نے جو سکھ دربار کے ایک جرنیل مرزا غلام مرتضےٰ صاحب کے بیٹے تھے۔ ایک مذہبی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اور اسلامی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ آپ نے کثیر التعداد لوگوں کو اپنا پیرو بنا لیا۔ آپ کے اتباع جو قادیانی یا مرزائی یا احمدی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ پنجاب اور دوسرے علاقوں میں چند لاکھ کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے بہت سی عربی۔ فارسی اور اردو کتب تصنیف کیں۔ ان کتابوں میں انہوں نے جہاد کے عقیدہ کی بڑے زور سے تردید کی ہے۔ مذکورہ بالا کتاب کے مطابق ان کی زندگی کئی سال ہنگامہ خیز رہی۔ چنانچہ ان کے مذہبی مخالفین ہمیں جھگڑوں اور مقدمات میں ان سے اُلجھتے رہے۔ ان کی وفات کے وقت تک جو ۱۹۰۸ء میں واقعہ ہوئی وہ ایک ایسی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ کہ ان سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔"

ان کی وفات کے بعد مولوی نور الدین صاحب آپ کے جانشین ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں مولوی نور الدین صاحب کی وفات پر مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ان کے روحانی جانشین یعنی خلیفہ منتخب ہو گئے۔ اب متبعین احمدیت کی تعداد بہت ترقی کر گئی ہے۔ جماعت کا مرکز بدستور قادیان ہے۔ جو سارے کا سارا ملزم کی شہادت کی رو سے مرزا صاحب کے خاندان کی ملکیت ہے +

قادیان کی آبادی

قادیان کی کل آبادی میں سے جو قریباً ۹۰۰۰ ہے۔ آٹھ ہزار احمدی بتلائے جاتے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کی تعداد چار یا پانچ سو ہے۔ خلیفہ صاحب اور آپ کے پیرووں کا قدرتی طور پر قادیان میں بہت بڑا اثر ہے۔ اور ان کو یہ حیثیت حاصل ہے۔ کہ شہر کے افراد پر پُرزور معاشرتی دباؤ ڈال سکیں +

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کشمکش

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس وقت جیسا کہ اس نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ مرزا صاحب کا مسیحیت کا دعوےٰ عام مسلمانوں کو سخت ناگوار گزرا۔ اور عام مسلمانوں اور احمدیوں

کے درمیان متواتر کشمکش رہی۔ جس کا ثبوت طرفین کی ان مطبوعہ تحریرات سے ملتا ہے۔ جن میں فریقین کی طرف سے اکثر سخت کلمات استعمال ہوتے رہے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں قادیان میں دوسرے مسلمانوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جو ایک فساد پر ختم ہو گئی +

احرار کانفرنس میں دشنام دہی

۱۹۳۴ء میں مسلمانوں کے ایک گروہ، احرار نامی نے جو کہ اپنے مذہب کی اشاعت میں عملی دلچسپی لے رہے ہیں اور جن میں سے بعض نے حال ہی میں قادیان میں رہائش اختیار کی ہے۔ قادیان میں ایک اور کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت ان کے اور احمدیوں کے درمیان اختلاف بدرجہ غایت شدت اختیار کر چکا تھا۔ احرار نے کانفرنس کے انعقاد کے لئے قادیان کے ایک باشندہ ایشر سنگھ سے اس کی مقبوضہ زمین استعمال کرنے کی اجازت حاصل کی۔ لیکن قادیانیوں نے اس جگہ کے گرد آبادی کی زمین میں دیوار تعمیر کر کے روک دیا۔ قادیان میں اور کوئی جگہ حاصل نہ ہو سکنے کی وجہ سے مقامی ڈی۔ اے۔ وی سکول کی گراؤنڈ میں جو موضع رجادہ کی حدود میں واقعہ ہے۔ اور یہ گاؤں قادیان سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کیا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو کانفرنس شروع ہوئی۔ اسی شام کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری صدر کانفرنس نے کئی ہزار کے مجمع میں پانچ گھنٹہ تک تقریر کی +

مولوی عطاء اللہ پر مقدمہ اور چھ ماہ کی سزا

اس تقریر کی بنا پر جس میں قادیانیوں ان کے راہ نماؤں۔ اور ان کی جماعت پر دشنام آمیز گندی زبان میں شدید حملے کئے گئے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۳۔ الف تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں اس نے یہ دلیل پیش کی۔ کہ اس کی تقریر کی غلط رپورٹ کی گئی ہے۔ اور یہ کہ تقریر میں اس کی غرض حقیقی السلام کی اشاعت تھی۔ اس کے وکیل نے بیان کیا۔ کہ اس کا مقصد جور توڑی کی حکومت کا خاتمہ کرنا تھا۔ جو قادیان میں قائم تھی۔ جہاں مرزائیوں نے ایک خود مختار حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اور ان کی اپنی عدالتیں اور کچہریاں قائم تھیں +

اس بیان کے ثبوت میں نیز اس امر کے ثبوت میں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے مخالفین کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بہت سی شہادتیں پیش کی گئیں۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بھی بطور گواہ ملزم کی طرف سے طلب کیا گیا۔ اور ان پر ایک لمبی جرح کی گئی۔ اور طرفین کے مذہبی عقائد کے بارے میں غیر متعلق شہادتوں کا ایک طومار ریکارڈ پر جمع کر لیا گیا۔ اور اپنے فعل کو جائز ثابت کرنے کے بہانہ سے عدالت میں قادیانیوں اور ان کے عقائد پر سابقہ حملہ کو جاری رکھا گیا۔ لیکن عطاء اللہ شاہ مجرم ثابت ہوا۔ اور اسے چھ ماہ قید با مشقت کی سزا دی گئی +

سشن جج کا فیصلہ

پھر اس نے اپیل دائر کی۔ جس میں فاضل سشن جج گورداسپور نے یہ قرار دیا۔ کہ یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ عطاء اللہ کا مقصد مرزا صاحب اور ان کے پیرووں پر اعتراض کرنا اور سامعین کو قادیانیوں کے خلاف کارروائی کرنے اور اپنی شکایات کا ازالہ کرانے کے لئے ابھارنا تھا۔ عطاء اللہ نے جیسا کہ سشن جج نے لکھا ہے۔ بعض ایسی باتیں کہیں۔ جن کا نتیجہ سوائے اس بات کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ سامعین کے دلوں میں احمدیوں کے خلاف نفرت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اور صلح اور اتحاد کا ادعا ایسی دشنام طرازی اور تمسخر سے ملوث تھا۔ اور (۲) سامعین کے دلوں میں احمدیوں کے خلاف منافرت و حقارت کے جذبات پیدا کرنے کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ سشن جج صاحب نے یہ بھی کہا۔ کہ اس کا یہ فعل جائز تنقید کی حدود سے متجاوز ہو جانے کی وجہ سے قانون کی زد میں آ جاتا ہے۔ ہمارا قیاس ہے۔ کہ سشن جج کی تحقیق کے مطابق دفعہ ۱۵۳ الف کی مستثنیات کا اس پر کوئی اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لیکن ساتھ ہی سشن جج نے اس بات کا بھی اظہار کیا ہے۔ کہ تقریر میں بعض جملے ایسے تھے "جنہیں مرزا صاحب کے پیشکردہ عقائد کی صحیح تنقید قرار دیا جا سکتا ہے" سشن جج نے جرم کو بحال رکھا۔ لیکن فیصلہ میں لکھ دیا کہ "ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو قادیان میں رونما ہو رہے تھے۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو کافر اور سور کہہ کر اور ان کی عورتوں کو کتیوں کا خطاب دیکر ان کے ان کے جذبات کو سخت مشتعل کر دیا تھا" سشن جج صاحب کے خیال میں مجرم کا جرم صرف اصطلاحی تھا۔ اور اس وجہ سے انہوں نے سزا میں تخفیف کرتے ہوئے اسے تا برخاست عدالت قید کی سزا دی۔ سید عطاء اللہ کی تقریر میں قادیان کے جو حالات بیان کئے گئے۔ ان کی تصدیق کے لئے اپنے فیصلہ میں سشن جج صاحب نے وہاں کے متعدد ایسے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن کی شہادت عدالت میں پیش کی گئی تھی۔ نیز

خلیفہ صاحب اور ان کے پیرووں کے متعلق ہتک آمیز ریمارک کئے ہیں۔ اور حکام کے رویہ کی بھی مذمت کی ہے۔

انہوں نے یہ فیصلہ ۶ جون ۱۹۳۵ء کو سنایا +

سرکاری وکیل کی درخواست

حکومت نے سزا کی زیادتی کی درخواست نہیں دی اگر وہ ایسا کرتی۔ تو عدالت عالیہ سشن جج کے فیصلہ پر ہر پہلو سے نظر ثانی کر سکتی تھی۔ ۹ اگست کو سرکاری وکیل نے درخواست ۱۸۲ پیش کی۔ اور عدالت ہذا سے زیر دفعہ ۵۶۱ الف ضابطہ فوجداری یہ استدعا کی کہ وہ فیصلہ کے بعض جملے اس بنا پر قلمزن کئے جائیں۔ کہ وہ شہادت پر مبنی نہیں۔ بے بنیاد ہیں۔ اور واقعی غلط ہیں اور حکومت پر بڑی زد لاتے ہیں۔ اس عرضی میں یہ بھی درخوست کی گئی ہے۔ کہ اگر ضروری ہو تو مزید تحقیقات کے لئے مقدمہ کی مسل واپس کی جائے۔ تاکہ حکومت کو یہ ثابت کرنے کا موقعہ مل سکے۔ کہ سشن جج صاحب کے ریمارک بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہیں"

صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی درخواست

اس کے ایک ماہ بعد کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب برادر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے درخواست ۲۲۵ دی۔ اور اس میں فیصلہ کا ایک بڑا حصہ حذف کرنے کی اس بنا پر درخوست کی۔ کہ اس حصہ کا قائم رکھنا قانونی اختیارات کا غلط استعمال اور درخواست کنندہ کے حق میں بے انصافی ہے۔ کیونکہ وہ فریق مقدمہ نہیں تھا۔ اور اسے اپنی بریت میں سید عطاء اللہ کی گواہی کے خلاف شہادت پیش کرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ عرضی ۱۸۲ کے ساتھ چیف سکرٹری حکومت پنجاب کی طرف سے ایک تصدیق پیش کی گئی ہے۔ جس میں صحیح واقعات بیان کئے گئے۔ اور سشن جج کے عائد کردہ الزامات کی تردید کی گئی ہے +

درخواست نمبر ۲۲۵ کے ساتھ درخواست کنندہ کی طرف سے ایک حلفیہ بیان بھی پیش کیا گیا۔ جس میں زیر اعتراض ریمارکس کو غلط ثابت کیا گیا۔ اور فیصلے کو سید عطاء اللہ کی اس تقریر سے بھی زیادہ اشتعال انگیز بتایا گیا ہے۔ جس کی بنا پر عطاء اللہ شاہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ حکومت نے عطاء اللہ کو اپنی درخواست کی اطلاع دے دی تھی۔ اور چونکہ بعض زیر اعتراض جملے وہ تھے۔ جن کے مفہوم کی بنا پر اس سے نرمی برتی گئی تھی۔ اس لئے اس کے وکیل کو بھی ان دلائل کی تردید کی اجازت دی گئی۔ جو میرے سامنے ان دونوں درخواستوں کی تائید میں پیش کئے گئے +

عدالت کے اختیارات پر بحث

یہ بات ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ کہ عدالت عالیہ عدالت ماتحت کے فیصلہ کے کسی حصہ کو حذف کر سکتی ہے۔ اور یہ اختیار عدالت ہذا نے جب سے دفعہ ۵۶۱ الف ضابطہ فوجداری میں درج ہوئی ہے۔ کثرت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ یہ اختیار قانوناً غیر محدود ہے۔ قانون واضح طور پر عدالت ہذا کو اختیار دیتا ہے۔ کہ ایسے احکام جاری کرے جو کسی عدالت کے عدالتی اختیارات کے غلط استعمال کو روکنے اور مقاصد عدل و انصاف کے حصول کیلئے ضروری ہوں +

لیکن عدالت ہائے عالیہ ہمیشہ اس اختیار کو ایک غیر معمولی اختیار تصور کرتی رہی ہیں۔ جس کا استعمال محض استثنائی حالات میں اور بہت احتیاط کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ڈیلی کے مقدمہ (۲۶۹ لاہور ۹ R.L.I) میں مسٹر جسٹس ٹیک چند نے رائے دی ہے۔ انصاف کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ عدالت ہائے ماتحت کو آزادی کے ساتھ اور بے خوف و ہراس اپنا کام کرنے دیا جائے۔ اور عدالت عالیہ اس میں ناواجب دخل نہ دے کیونکہ واقعات سے نتائج اخذ کرنے کے لئے عدالت ماتحت کو بسا اوقات گواہ کے چلن کے متعلق مخالفانہ ریمارکس کرنے پڑتے ہیں +

مقدمات امر سنگھ خلاف سرکار (انڈین لاء رپورٹس جلد ۵ لاہور ۱۹۰۴ / ۱۹۰۸ء) نبارسی داس خلاف سرکار (انڈین لاء رپورٹس جلد ۷ لاہور ۱۲۷) کے فیصلوں اور ڈیلی کے مقدمہ میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اصول پیش کئے گئے ہیں۔ جن پر عمل درآمد کر کے عدالت ہذا نے قابل اعتراض جملے حذف کئے ہیں۔ مقدمہ امر ناتھ خلاف سرکار میں ایک سشن جج نے اپنے فیصلہ میں ریمارک کیا تھا۔ کہ ایک گواہ نے جو ایک پولیس افسر ہے حلف دروغی کی ہے۔ اس ریمارک کی بنا پولیس کی ایک ڈائری پر تھی۔ جو باقاعدہ طور پر شامل مسل نہ تھی۔ مسٹر جسٹس فورڈ نے اس کو خارج کرنے کا حکم دیتے ہوئے لکھا۔ کہ کسی جج کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا۔ کہ ایسی گواہی پر بنا رکھ کر

جو باقاعدہ طور پر شامل مسل نہ ہو۔ شہادت پر جرح و قدح کرے (۲) اگر جج کا خیال ہو۔ کہ گواہ نے جھوٹ بولا ہے۔ تو اسے حلف دروغی کا مجرم قرار دینے سے پہلے اس سے توضیح کرانی ضروری ہے +

مقدمہ (۳) رسی داس خلاف سرکار کے فیصلے کا ایک حصہ بھی جسٹس فورڈ نے قلمزن کیا تھا۔ اس بنا پر کہ ایسے اعتراضات کا قائم رہنے دینا خلاف انصاف ہے۔ جو ایسے شخص پر کئے گئے ہوں۔ جو نہ گواہ ہے نہ فریق مقدمہ ہے۔ اور اسے اپنی بریت کرنے کا کوئی موقعہ نہیں دیا گیا۔ اور اعتراضات قانونی گواہی پر مبنی نہیں ہیں +

ڈیلی کے معاملہ میں ایک مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ ریمارک کیا تھا۔ کہ مجھے یقین ہے۔ کہ ڈیلی اور اس کے ساتھی کلرک غصب کردہ روپیہ آپس میں بانٹتے رہے ہیں۔ اور ڈیلی بے پرواہی سے اپنے فرائض سے غفلت کرتا رہا ہے۔ ڈیلی کو بطور گواہ عدالت میں طلب کیا گیا تھا۔ اور اس پر ایک لمبی جرح کی گئی تھی۔ لیکن نہ عدالت نے اور نہ کسی وکیل نے اس پر کوئی ایسا سوال کیا تھا۔ جس سے یہ استنباط کیا جا سکے کہ وہ بھی اس جرم میں شامل تھا۔ جس کے لئے مدعا علیہ پر مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ فاضل جج اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔ کہ ڈیلی اور دوسرے کلرکوں نے مدعا علیہ کے ساتھ ملکر آپس میں روپیہ خورد برد کیا۔ اس لئے اس نے اس مضمون کے ریمارک حذف کر دیئے لیکن مع ہذا اس نے یہ بھی نتیجہ نکالا۔ کہ ڈیلی نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں بہت بے پرواہی سے کام لیا ہے۔ اس لئے فاضل جج نے اس مضمون کے جملوں کو قلمزن کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ لکھا۔ کہ میں ان جملوں کو صرف اسی صورت میں قلمزن کر سکتا تھا۔ کہ میں اس نتیجہ پر پہونچتا کہ مسل مقدمہ میں ان باتوں کا ثبوت مطلق نہیں۔ مگر میں اس نتیجہ پر نہیں پہنچا +

مقدمہ پنچرن بنرجی بخلاف اپندو ناتھ بھٹا چاریہ (انڈین لاء رپورٹس ۹ لم الہ آباد لم ۲۵) کے فیصلے میں جسٹس سلیمان نے ایک سیشن جج کے فیصلہ میں سے بعض قابل اعتراض الفاظ قلمزن کرنے کا فیصلہ دیتے ہوئے ایسی ہی رائے ظاہر کی۔ یہ رائے ظاہر کرتے ہوئے کہ کوئی نہیں۔ کہ کیوں عدالت عالیہ دفعہ ۵۶۱ الف کے ماتحت غیر متعلق ناجائز یا حاضر عدالت اشخاص کے لئے ہتک آمیز جملوں کے حذف کرنے کا حکم نہ دے سکے۔ فاضل جج نے لکھا۔ کہ اس اختیار کا استعمال صرف اس حالت میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ زیر اعتراض ریمارک بالکل بے بنیاد ہوں۔ جہاں ایسے ریمارک شہادت سے اخذ ہوتے ہوں۔ وہاں اس اختیار کا استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس سوال کے متعلق کہ کن اصول کے ماتحت کسی گواہ کی درخواست پر کہ میرے متعلق سیشن جج کے ریمارک حذف کئے جائیں۔ غور کیا جا سکتا ہے سندھ جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں ایک ڈویژن بنچ نے مقدمہ خانصاحب محمد حسین بخلاف سرکار (۱۱۸ انڈین کیسز ۱۹۲۹ء نمبر ۷۶ لم) کے دوران میں بحث کی تھی۔ درخواست ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی تھی۔ نتائج جو بنچ نے استنباط کئے تھے حسب ذیل ہیں:-

"یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ اگر کسی ایسے شخص پر جسے اپنی بریت ثابت کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا ہو۔ کوئی ناقابل ثبوت حملہ کیا گیا ہو۔ اور ریمارک غیر متعلق اور ایسا ہو۔ کہ فیصلہ سے علیحدہ کیا جا سکے۔ تو ایسا ریمارک قلمزن کیا جا سکتا ہے۔ اور کیا جانا چاہیئے۔ خصوصاً اس حالت میں۔ کہ وہ شخص نہ فریق مقدمہ ہو اور نہ گواہ۔ **لیکن ایسے ریمارکس کا جو کہ ناقابل ثبوت تو ہوں۔ لیکن غیر متعلق نہ ہوں۔ حذف کرنا آسان نہیں۔ اور ہماری یہ رائے ہے۔ کہ اگر وہ ریمارکس جج کے استدلال کا ایک جزو اصلی ہوں۔ تو پھر اس صورت میں ان کا حذف کرنا ممکن نہیں۔** ہر جج یا مجسٹریٹ کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنے فیصلے کے دلائل تحریر کرے۔ اور انصاف اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ کہ ہم ایسے ریمارکس کو حذف کر کے فیصلہ کو بے دلیل نہ بنا دیں۔ ہمیں ضرورت کے وقت عمل جراحی کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمیں بیمار کو جان سے مار دینے کا حق نہیں پہونچتا۔ استغاثہ نے اقبال جرم اور ڈل کی برآمدگی ثابت کرنی چاہی تھی۔ اور اگر وہ گواہی قبول کر لی جاتی تو لازماً عدالت ملزم کو مجرم قرار دیتی سیشن جج نے اس زمیندار کا بیان باور کرنے سے انکار کر دیا۔ جو ملزم کے اقبال جرم کے متعلق قسمیں کھاتا تھا۔ لیکن ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جس نے اقبال جرم خود اپنے کانوں سے سنا تھا۔ اور برآمد شدہ مال دیکھا تھا۔ اس نے زمیندار کے بیان کی تصدیق کی۔ اس لئے لازماً سیشن جج کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنی پڑی۔ اور اس نے ظاہر کی۔ ہمیں سیشن جج کی اس رائے کے ساتھ اتفاق نہیں لیکن چونکہ ہم ان ریمارکس کو غیر متعلق نہیں کہ سکتے۔ اور چونکہ دلیل کو تباہ کرنے کے بغیر ہم اس ریمارکس کو قلمزن نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم اس رائے میں حق پر ہیں۔ کہ جملے صرف اسی صورت میں حذف کئے جا سکتے ہیں۔ کہ وہ بے تعلق ہوں۔ اور فیصلہ کا جزو اصلی نہ ہوں +

درخواست کو مسترد کرتے ہوئے فاضل ججان نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ درخواست کنندہ کے خلاف ریمارکس بالکل بے اصل ہیں"۔

۱۹۲۳ء میں سندھ کورٹ کے ایک اور ڈویژن بنچ نے ایک ایسی درخواست کو مسترد کرتے ہوئے فیصلہ کو بحال رکھا۔ لیکن یہ رائے ظاہر کی۔ کہ ہمارے خیال میں محولہ جملوں میں جو نکتہ چینی کی گئی ہے۔ وہ از روئے مسل کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ اور جس شخص کی اس سے ہتک ہوئی ہے۔ جب تک اس کو صفائی کا موقعہ نہ دیا جاتا۔ یہ نکتہ چینی نہ کی جانی چاہیئے تھی۔ فاضل ججان کی یہ بھی رائے تھی۔ کہ فاضل ایڈیشنل سیشن جج نے غیر محتاط اور بے محل الفاظ استعمال کئے ہیں۔ (تیجومل نرائن داس بخلاف سرکار انڈین لاء رپورٹ ۱۹۲۳ء سندھ ۹۱)

یہ فیصلہ جات اس بات کی کافی دلیل ہیں۔ کہ عدالتی اختیارات کے غلط استعمال کو روکنے اور انصاف کے حصول کے لئے عدالت عالیہ کا فرض ہے۔ کہ عدالت ہائے ماتحت کے فیصلوں کے ایسے حصوں کو حذف کر دیا کرے۔ جو کسی ایسے شخص کے خلاف نکتہ چینی پر مشتمل ہوں۔ جو نہ تو فریق مقدمہ ہو۔ اور نہ ہی اسے اپنی بریت ظاہر کرنے کا مناسب موقعہ دیا گیا ہو۔ اسی طرح ہائی کورٹ کو یہ بھی اختیار ہے۔ کہ وہ ایسے جملوں کو حذف کر دے جو از روئے مسل کسی گواہی پر مبنی نہ ہوں۔ یا گواہی باقاعدہ صورت میں ریکارڈ پر نہ ہو +

لیکن ان ججوں کی رائے کا واجبی احترام کرتے ہوئے جن کے فیصلہ جات کا مطلب یہ ہے۔ کہ قلمزن کرنے کا اختیار ایسے ہی حالات میں استعمال ہو سکتا ہے۔ اور اس نظریہ سے بھی اتفاق کرتے ہوئے جو چیف جسٹس فیروز نے آخری محولہ بالا مقدمہ میں ظاہر کیا ہے۔ کہ یہ بہتر ہے۔ کہ ایک دفعہ جو فیصلہ سنا دیا جائے پھر وہ اپنی اسی اصلی اور ابتدائی شکل میں ہی رہے۔ جس میں اسے پہلے شائع کیا گیا۔ اگرچہ میں ذاتی طور پر اپنے اس اختیار کی ان حدود کو وسیع کرنے کے خلاف ہوں۔ جو اس سے پہلے تسلیم کر لی گئی ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ **مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ کیوں ایسے جملوں کے خلاف اس اختیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ جو اگرچہ شہادت پر مبنی ہیں۔ لیکن وہ ایک شخص کے کیرکٹر پر حملہ ہیں یا امور زیر تنقیح سے انہیں کوئی واسطہ نہیں اور ایک عدالت نے خواہ مخواہ اپنا راستہ چھوڑ کر بے ضرورت انہیں اپنے فیصلہ کا حصہ بنا لیا ہے۔ مزید برآں مجھے اس معاملہ میں بھی قطعاً کوئی شبہ نہیں۔ کہ ایسے فیصلہ کی نسبت بھی جو غیر دانشمندانہ اور غیر واجبی الفاظ میں لکھا گیا ہو۔ عدالت ہذا کو اختیار ہے۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے۔ خواہ بالآخر وہ جملے قلمزن ہوں یا نہ ہوں +**

فیصلہ کا بہت سا حصہ مبالغہ آمیز ہے

فیصلہ زیر بحث (یعنی مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ میں) (الفضل) میں بعض جگہ ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جن سے **شبہ پڑتا ہے۔ کہ کیا فاضل جج نے پورے طور پر منصفانہ نگاہ سے معاملہ پر غور کیا ہے۔ اس فیصلہ کا بہت سا حصہ مبالغہ آمیز ہے**۔ یہ بات ان جملوں میں سے بعض کے مطالعہ سے عیاں ہو جاتی ہے۔ جن پر اعتراض کیا گیا ہے۔ مثلاً فیصلہ کی ابتداء میں جہاں جج نے بعض ایسی باتیں بیان کی ہیں۔ جو ان کی رائے میں امور زیر تنقیح سے تعلق رکھتی ہیں۔ جج نے قادیانی مذہب کے متعلق "بدعتی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ **قادیانیوں کے عقائد کی صحت یا غلطی اس مقدمہ میں عدالت**

کے لئے غور کرنے کی بات نہ تھی۔ اور نہ ہو سکتی تھی۔ پس اس قسم کی زبان کا استعمال ایک بدقسمتی کی بات ہے:

اور وہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے۔ کہ جیسا کہ سب جانتے ہیں۔ موجودہ وقت کے حالات کا تقاضا ہے۔ کہ فرقہ وارانہ خصومات میں مقدمہ کی عدالتی کارروائی اور ان کے فیصلہ جات کی زبان ایسی نہ ہونی چاہئے۔ کہ وہ خود خصومت اور عداوت کے بڑھانے کا موجب ہو۔ کیونکہ خصومت و عداوت کا بڑھانا ایک ایسا فعل ہے۔ کہ اگر کوئی دوسرا اس کا مرتکب ہو۔ تو خود عدالت کا فرض ہے۔ کہ قانون کے ماتحت اسے سزا دے۔

اب میں ان جملوں کو لیتا ہوں۔ جنہیں قلمزن کرنے کی درخوست عدالت ہذا سے کی گئی ہے۔ اول میں پہلی درخواست کو لیتا ہوں۔ جو کہ فاضل وکیل سرکار نے پیش کی ہے ❖

پولیس پر بے بنیاد الزام

ایک شخص محمد امین نامی کی وفات کا ذکر کر کے جو قادیان میں ایک لڑائی میں مارا گیا تھا۔ فیصلہ میں لکھا ہے "پولیس میں اطلاع کی گئی۔ لیکن پولیس نے اس پر کچھ بھی نہ کیا۔ یہ کہنا بے سود ہے۔ کہ قاتل نے یہ کام خود حفاظتی میں کیا۔ کیونکہ اس بات کا فیصلہ صرف عدالت ہی کر سکتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ کہ چوہدری فتح محمد نے عدالت میں قسم کھا کر اقبال کیا ہے۔ کہ میں نے محمد امین کو قتل کیا۔ لیکن پولیس اس پر کوئی کارروائی نہ کر سکی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا کی طاقت اتنی ہے۔ کہ کوئی گواہ دلیرانہ طور پر آگے آ کر سچ سچ بیان نہیں کر سکتا"

یہ بات کہ محمد امین چوہدری فتح محمد پریذیڈنٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان (ڈی۔ ڈبلیو ۲۱) کے ساتھ ایک لڑائی میں مارا گیا۔ ریکارڈ سے ظاہر ہے۔ چوہدری فتح محمد کا بیان ہے۔ کہ محمد امین نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا یعنی یہ کہ وہ ایسی حالت میں مارا گیا۔ کہ چوہدری فتح محمد اپنی مدافعت کر رہا تھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ فاضل سشن جج نے اپنے اس اعتراض کی کہ پولیس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ بنیاد محض اس بات پر رکھی ہے۔ کہ عدالت میں چوہدری فتح محمد کا چالان نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اس بات کی کوئی شہادت نہیں۔ کہ کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ جیسا کہ فاضل جج نے بیان کیا ہے امکانی طور پر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ کہ گواہ مرزا کی طاقت سے ڈرتے ہوں۔ لیکن بہرحال یہ بات کہ عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ اس بات کی شہادت نہیں ہے کہ کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ مسل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پولیس افسر جس پر اس معاملہ کی تحقیقات فرض تھی۔ گواہی میں بلایا ہی نہیں گیا۔ مقدمہ حکام کے خلاف نہ تھا۔ اور چونکہ وہ اس نتیجہ سے آگاہ نہ تھے۔ جو عدالت اپیل چوہدری فتح محمد کے بیان سے اخذ کرنے کو تھی۔ اس لئے کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ اس مقدمہ میں اس بات کی شہادت گزارتے۔ کہ ان کی طرف سے تفتیش کی گئی تھی

چیف سکرٹری حکومت پنجاب کا حلفیہ بیان ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ بات غلط ہے کہ مقامی حکام گورداسپور نے محمد امین کی موت کے بارے میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ پس چونکہ اس بات کی تائید میں کوئی شہادت نہیں۔ کہ یہ ریمارک۔ کہ "وہ اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کی گئی" درست ہے۔ اس لئے یہ ریمارک درست طور پر فیصلہ سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اس سے فیصلہ ایسی قطع و برید ہو جاتی ہے۔ کہ باقی حصہ جس کے قلمزن کرنے کی کوئی صحیح وجہ نہیں۔ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں اس ریمارک کو اس رائے کے ساتھ جو میں نے اوپر ظاہر کی ہے۔ قائم رہنے دیتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ فاضل وکیل سرکار کے لئے میری یہ رائے تسلی کا باعث ہوگی ❖

اگلا جملہ جس پر درخواست میں اعتراض کیا گیا ہے مندرجہ ذیل ہے۔ (فاضل سشن جج نے قادیان کے حالات کے ذکر میں لکھا ہے) "معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکام غیر معمولی طور پر مفلوج ہو چکے تھے۔ اور مرزا کی حکومت دنیوی اور مذہبی کبھی زیر بحث نہیں لائی گئی۔ مختلف مواقع پر مقامی حکام کے پاس شکائتیں کی گئیں۔ لیکن داد رسی نہ ہوئی۔ ایک دو ایسی نالشوں کا مسل میں بھی ذکر ہے لیکن اس بات کی ضرورت نہیں۔ کہ یہ ذکر کیا جائے۔ کہ شکائتیں کیا تھیں۔ اس مقدمہ کے مقاصد کے لئے بس اس قدر کافی ہے۔ کہ یہ بیان کر دیا جائے۔ کہ قادیان میں عام ظلم و جور کی معین شکایات حکام کے پاس کی گئیں۔ پھر بھی بظاہر ان پر کوئی توجہ نہ کی گئی" ❖

جماعت احمدیہ کی اپنی "عدالتیں"

اس ریمارک کی بنیاد فاضل جج نے اس شہادت پر رکھی ہے۔ کہ قادیانیوں کی اپنی قائم کردہ عدالتوں میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور عدالتی کارروائی اسی طریق پر کی جاتی ہے۔ جو انگریزی عدالتوں میں مروج ہے اور ایک قادیانی والنٹیر کور بنا ہوا ہے۔ مگر یہ کہ اس بات کی کوئی شہادت نہیں۔ کہ حکام قادیانیوں کے خلاف شکایات پر کوئی کارروائی کرتے ہیں۔ فاضل وکیل نے اس مقام پر یہ بحث کی ہے۔ کہ حکام کو متہم کرنے والے ریمارکس نہ صرف بے بنیاد ہیں۔ بلکہ اس شہادت سے۔ جو مسل میں ان کے رویہ کے متعلق شامل ہے۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کی طرف سے قابل دست اندازی پولیس معاملات کی رپورٹ ملنے پر کارروائی عمل میں لائی جاتی رہی ہے۔ چیف سکرٹری کا حلفیہ بیان ظاہر کرتا ہے۔ کہ شکایات اور الزامات کی ہمیشہ تحقیقات ہوتی رہی ہے۔ اور گورنمنٹ ہمیشہ بغیر خوف اور رعایت کے قانون کے نفاذ کی کوشش کرتی رہی ہے۔ اسے جب یہ اطلاع ملی۔ کہ قادیان میں جماعت احمدیہ نے گویا اپنی "عدالتیں" قائم کر رکھی ہیں۔ تو تو حکومت نے اس بارے میں قانونی لحاظ سے تحقیقات کرائی۔ اور انہیں مشورہ دیا گیا۔ کہ فوجداری مقدمات کی تحقیقات اس وقت تک قانونی نقطہ نگاہ سے قابل اعتراض نہیں۔ جب تک کہ طرفین کی مرضی سے ناقابل دست اندازی پولیس اور قابل راضی نامہ جھگڑوں کا فیصلہ کریں۔ نیز دیوانی مقدمات کے متعلق یہ مشورہ دیا گیا۔ کہ ایسے مقدمات کا باہمی انتظام کے ساتھ فیصلہ کرانا قانونی لحاظ سے قابل اعتراض نہیں۔ بشرطیکہ بتراضی فریقین ایسا کیا جائے۔ اور فیصلہ ثالثی انتظام کی صورت میں ہو۔ اس پر حکومت نے جماعت احمدیہ کو اطلاع کر دی۔ کہ اگر قابل دست اندازی پولیس فوجداری مقدمات کا آپس میں فیصلہ کرایا جائے۔ تو یہ قابل اعتراض ہوگا۔ اور یہ امر بھی قابل اعتراض ہے۔ کہ ایسی عدالتیں کسی ایسے سزا دینے کا طریق اختیار کریں۔ جو انہیں قانون کی زد میں لے آئے۔ یہ بھی ان پر واضح کر دیا گیا۔ کہ جماعت احمدیہ کی نام نہاد عدالتوں کی اگر کوئی کارروائی قانون کی زد میں آئے گی۔ تو اس کی پوری تحقیقات کی جائیگی۔ جماعت احمدیہ کو یہ بھی مشورہ دیا گیا۔ کہ اس قسم کی عدالتوں کو سمن اور اسی قسم کی اور ایسی فارم استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ جو سرکاری عدالتوں میں استعمال ہونی والی فارموں کے بہت مشابہ ہو۔

جماعت احمدیہ کی والنٹیرز کور

چیف سکرٹری کے حلفیہ بیان میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حکومت نے والنٹیر کور کے متعلق بھی قانونی رائے دریافت کی۔ اور جماعت احمدیہ کو اطلاع دی۔ کہ جب تک والنٹیر قانون کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ گورنمنٹ کا ارادہ ان کے خلاف کارروائی کرنے کا نہیں۔ لیکن اگر ان کی کوئی سرگرمی انہیں کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۰۸ء کی زد میں لے آئے۔ تو پھر بے شک اس قانون کے ماتحت ان کے خلاف کارروائی کی جائیگی۔ اور تحقیق کر کے اسباب کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ احمدیہ کور میں چاند ماری کی مشق نہیں کرائی گئی۔ گورنمنٹ نے کریمنل لاء امنڈمنٹ آرمز ایکٹ کے ماتحت والنٹیروں یا چاند ماری کے متعلق کسی کارروائی کے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی ❖

جماعت احمدیہ کی عدالتوں کا طریق عمل

اس امر کی شہادت موجود ہے۔ کہ قادیانی جماعت مختلف شعبہ جات یا نظارتوں کی تقسیم کے لحاظ سے منتظم ہے۔ اور اپنے انتظامات ریکارڈ کیپری اور نقل نویسی وغیرہ کے رکھتی ہے۔ یہ تمام شعبہ جات صدر انجمن کے ماتحت ہیں۔ جس کا صدر چوہدری فتح محمد (ڈی۔ ڈبلیو ۲۱) ہے۔ شہادت کی رُو سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ قادیان میں دیوانی اور فوجداری عدالتیں بھی تھیں۔ جو قادیانی جماعت کے افراد کے مابین ناقابل دست اندازی پولیس دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کرتی تھیں۔ اور وہ سزا کا حکم دیتیں۔ اور ڈگریاں صادر کرتیں۔ اور ان کا اجرا کراتی تھیں۔ لیکن اس امر کی کوئی شہادت نہیں۔ کہ کبھی کوئی غیر قادیانی اس قسم کے طریق فیصلہ کے لئے مجبور کیا گیا ہو۔ اور نہ اس بات کی کوئی شہادت ہے۔ کہ مرزا صاحب کے مذہبی اور دنیاوی اقتدار کے متعلق

(غیر احمدیوں کی طرف سے) کبھی کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اس امر کی کوئی شہادت ہے۔ کہ قادیانیوں کی ان عدالتوں نے کوئی ایسا خلاف قانون کام کیا ہو۔ جو گورنمنٹ کے نوٹس میں آیا ہو۔ یا یہ۔ کہ گورنمنٹ نے قادیان میں اس قسم کی صورت حالات دیکھتے ہوئے آنکھیں بند کر لی ہوں۔ اور صرف ضرورت کے وقت مناسب کارروائی کرنے سے پہلو تہی کی ہو ٭

احمدیہ والنٹیر کور کا مقصد

یہ ثابت ہے۔ کہ قادیان میں ایک والنٹیر کور تھی جس کی تنظیم تحریک بوائے سکاؤٹ کی طرز پر تھی۔ اس کور کے ممبروں کے پاس لاٹھیاں ہوتی تھیں۔ اور ڈیفنس کے ایک گواہ کی رو سے یہ کور ۳۰ یا ۳۵ لڑکوں اور آدمیوں پر مشتمل تھی۔ اور یہ۔ کہ ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء میں اس کور کا اجتماع ہوا تھا۔ اور انہیں گویا سنگینوں سے مسلح فوج کی طرز پر ڈرل کرائی جاتی تھی۔ ملزم کے ایک گواہ نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اس نے کور کے آدمیوں کو نیزوں سے مسلح دیکھا تھا۔ لیکن اس بات کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ کہ یہ کور کسی خلاف قانون کے کام کے لئے استعمال کی گئی ہو۔ یا یہ کہ اس کا قیام قادیان میں برطانوی ہند کے قانون کے نفاذ کے لئے حکام کے اختیارات کے متعلق کسی شبہ کا باعث ہو

شہادت سے ظاہر ہے۔ کہ کور کا بڑا مقصد جلسوں وغیرہ کے کام میں امداد دینا تھا ٭

پیش کردہ چار مثالیں

اس غیر مشروط بیان کے متعلق کہ قادیان میں ظلم و تعدی کے صریح الزامات لگائے گئے۔ لیکن ان کا کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔ رسپانڈنٹ (مولوی عطاء اللہ) کے وکیل نے کہا ہے۔ کہ اس قسم کی چار مثالوں کے متعلق مسل پر شہادت موجود ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ وہ کوئی اور مثال پیش نہیں کر سکتا۔ جس میں کہ ان شکایات کی جو حکام کو کی گئیں۔ کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ ان میں ایک مثال ایشر سنگھ کے معاملہ کی ہے۔ (ڈی۔ ڈبلیو ۴۸) دوسرے مہر دین کا معاملہ (ڈی۔ ڈبلیو ۵۳) تیسری عبدالکریم کی رپورٹ مؤرخہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء سے تعلق رکھتی ہے۔ (ڈی۔ ڈبلیو ۵۵) اور چوتھی وہ شکایت ہے۔ جو عبدالکریم کی طرف سے ڈپٹی کمشنر کے پاس بھیجی گئی۔ (ڈی۔ زیڈ ۳۲)

ایشر سنگھ کی مثال

یہ ایشر سنگھ وہی آدمی ہے۔ جس نے اپنی زمین کو احرار کانفرنس کے لئے پیش کیا تھا۔ لیکن اس معاملہ میں معتبر شہادت موجود ہے۔ کہ وہ دیوار جو اس کے گرد بنائی گئی۔ وہ گویا دیہہ زمین میں بنائی گئی تھی۔ جو مرزا صاحب کے خاندان کی ملکیت ہے۔ ایشر سنگھ کا بیان ہے۔ کہ اسے قادیانیوں کی طرف سے اخراج اور قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ اس نے اس معاملہ کی رپورٹ بذات خود تھانہ میں نہیں کی۔ بلکہ اس نے اس کام کے لئے اپنے بھتیجے اور ایک اور آدمی کو بھیجا۔ مگر یہ بات ثابت نہیں کہ کوئی رپورٹ کی گئی ہو۔ یا کسی قابل دست اندازی معاملہ کی پولیس میں اطلاع دی گئی ہو۔ یا کسی ملزم کا نام لیا گیا ہو۔ یا یہ کہ پولیس نے کوئی کارروائی نہ کی ہو۔ لہذا ایشر سنگھ کی شہادت سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ کسی جور و ستم کے متعلق رپورٹ کی گئی ہو۔ لیکن اسے نظر انداز کر دیا گیا ہو ٭

مہر دین کی مثال

مہر دین کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس نے ۱۹۳۳ء میں موجودہ خلیفہ کے خلاف سرکاری عدالت دیوانی (سینئر سب جج) سے ایک ڈگری حاصل کی تھی۔ اس کا بیان ہے۔ کہ چند احمدیوں نے اس پر ۱۹۲۵ء میں حملہ کیا تھا۔ اور یہ کہ حملہ آوروں کا چالان ہوا اور انہیں مجرم قرار دیا گیا۔ اس کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ ۱۹۳۰ء میں قادیانیوں نے اسے قادیان سے نکال دیا۔ اور اسکی بیوی اور بچوں کو زدوکوب کیا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اس نے اس معاملہ کی اطلاع سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دی۔ لیکن کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ پھر وہ بٹالہ چلا گیا۔ چار ماہ بعد اسے معلوم ہوا۔ کہ اسکی دوکان جلا دی گئی۔ لیکن اسے یہ علم نہیں کہ کس نے جلائی۔ پھر واپس قادیان چلا گیا۔ جہاں وہ ابتک رہائش پذیر ہے۔ اس نے عدالت میں کوئی درخواست نہیں گزاری اور نہ ہی تھانہ میں کوئی شکایت کی۔ شہادت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ اس معاملہ میں کسی قابل دست اندازی جرم کا ارتکاب ہوا یا کسی ملزم کا نام لیا گیا۔ اس کے برعکس مہر دین کی اپنی شہادت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ پولیس نے اس کی حفاظت کی۔ اور قادیان سے بٹالہ تک اس کے ہمراہ رہی۔ پس یہ ساری کی ساری شہادت فاضل سشن جج کے ملامت آمیز کلمات کے لئے کوئی وجہ جواز پیش نہیں کرتی ٭

عبدالکریم کی مثال

۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء کی رپورٹ عبدالکریم کی طرف سے کی گئی تھی۔ یہ شخص یعنی عبدالکریم ڈیفنس کی کہانی میں نمایاں طور پر ظاہر ہوا ہے۔ اس کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس نے محمد امین اور موجودہ خلیفہ کے خلاف دعوے دائر کیا تھا۔ جس میں محمد امین گورنمنٹ کی عدالت کی طرف سے مجرم قرار دیا گیا تھا۔ دوسری درخواست خارج کر دی گئی تھی۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں اسے معلوم ہوا۔ کہ قادیانی اس کے مکان کو جلانا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ اس طرح وہ اور مکان کے دوسرے مکین ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اس پر اس نے گھر کو چھوڑ دیا۔ اور ایک سکھ بورڈنگ ہاؤس میں پناہ لی۔ اگلی صبح پولیس گورداسپور تک اس کو اپنے ہمراہ لے گئی۔ جہاں اس نے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ملاقات کی۔ اس کی یہ رپورٹ ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء والی رپورٹ ہے۔ اس کے چند دن بعد اس نے سنا کہ مکان کو آگ لگا دی گئی ہے۔ ۲۳ اپریل کو وہ گورداسپور سے (جہاں اس پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مقدمہ چل رہا تھا) بٹالہ واپس آ رہا تھا کہ ایک شخص محمد علی نامی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ محمد علی نے اسے زخمی کیا۔ اور ایک دوسرے شخص کو ہلاک کر دیا۔ اس پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ اور جرم ثابت ہونے پر اسے پھانسی دی گئی۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء والی شکایت پر حکام کو کون سی کارروائی عمل میں لانی چاہیئے تھی۔

وہ شکایت کوئی قابل دست اندازی پولیس جرم ظاہر نہیں کرتی تھی۔ اور نہ اس میں کسی خاص کارروائی کے لئے کہا گیا تھا۔ نہ ہی اسمیں حفاظت کا مطالبہ تھا با ایں ہمہ یہ شہادت موجود ہے۔ کہ پولیس نے عبدالکریم کی حفاظت کی۔ اور یہ کہ جب اس کے گھر کو آگ لگی۔ پولیس نے آگ کو بجھایا۔ اور اسکے متعلق تحقیقات شروع کی۔ عبدالکریم کی وہ عرضی جس کی طرف میں ذیل میں متوجہ ہوتا ہوں۔ بیان کرتی ہے۔ کہ جب وہ قادیان چھوڑ کر چلا گیا تو پولیس نے اس کے گھر پر محافظ مقرر کر دیئے اس صورت حال سے حکام کے مفلوج ہونے کا کوئی اظہار نہیں ہوتا ٭

عبدالکریم کے متعلق پولیس کا رویہ

آخری شکایت بھی جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ عبدالکریم کی طرف سے کی گئی تھی۔ یہ قادیان سے چلے جانے کے بعد اور محمد علی کے ہاتھوں مجروح ہونے سے پہلے بٹالہ سے کی گئی تھی۔ اس میں یہ شکایت تھی۔ کہ اس کے دو ملازموں کو زدوکوب کیا گیا۔

مباہلہ کے دفتر میں گندی تصاویر چسپاں کی گئیں (مباہلہ ایک اخبار تھا۔ جو عبدالکریم نے ۱۹۲۸ء میں جاری کیا۔ جس میں مرزا صاحب اور احمدیوں اور ان کے مذہب کے خلاف گالیوں کے مضامین شائع کئے جاتے تھے) اس کے گھر کی دیواروں پر گندی تحریرات لکھی گئیں۔ مسلح قادیانی اس کے ارد گرد گھومتے اور اسے قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ اور یہ کہ انسپکٹر پولیس نے اپنے رویہ سے ثابت کر دیا کہ وہ قادیانی خلیفہ کے خلاف جس نے ۸ مارچ کو ایک اشتعال انگیز خطبہ دیا۔ اور اپنے پیروؤں کو اسے مار دینے کے لئے اکسانے کی انتہائی کوشش کی۔ کوئی کارروائی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس عرضی میں آگے چل کر یہ بھی لکھا گیا۔ کہ پولیس ایک واقعہ کی تفتیش کر رہی تھی۔ جس میں قادیانیوں نے ایڈیٹر مباہلہ کو زدوکوب کیا تھا۔ پھر بھی یہ لکھا ہے۔

کہ پولیس کانسٹیبل جو عبدالکریم کے گھر پر متعین کیا گیا تھا۔ ہٹا لیا گیا۔ اور تھانے میں جب شکایت کی گئی تو عبدالکریم کو ہدایت دی گئی۔ کہ اخبار مباہلہ کی اشاعت بند کر دے اسی رات عبدالکریم نے سنا۔ کہ اس کی جان اور اس کا مکان خطرے میں ہے۔ اس نے تھانے میں اطلاع کی۔ اور افسر تھانہ نے اس کے مکان پر پہرہ تعینات کر دیا۔ پھر عرضی میں یہ لکھا ہے۔ کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ مقام گورداسپور میں جو اس کی گفتگو ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ قادیانیوں کی امداد اور رعایت کی طرف مائل تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے عبدالکریم سے کہا۔ کہ اخبار مباہلہ کی اشاعت بند کر دے اس نے یہ بھی کہا۔ کہ اگر تو نے اسکی اشاعت بند نہ کی۔ تو تمہارے مارے جانے کا خطرہ ہے۔ اور میں اس معاملہ میں کچھ نہ کر سکونگا۔ اس کے بعد عبدالکریم کہتا ہے۔ کہ میرا مکان جلا دیا گیا۔ اور قادیانی روزانہ میرے قتل کے ریزولیوشن پاس کرتے رہے۔

یہ بات قابل نوٹ ہے۔ کہ یہ عرضی اس وقت دی گئی جب خود عبدالکریم کے خلاف ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت مقدمہ شروع ہو چکا تھا اور اس کے اور اس کے باپ اور بھائی اور ایڈیٹر مباہلہ کے خلاف وارنٹ جاری ہو چکے تھے۔ شہادت سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ عبدالکریم کا مکان ایسی زمین پر بنا ہوا تھا۔ جس کی ملکیت کا قادیان کے خاندان کو حق بالفرض اگر یہ خیال بھی کیا جائے۔ کہ اس معاملہ میں افسران پولیس اپنا فرض ادا نہیں کر رہے تھے تو بھی بیان کردہ واقعات کی شہادت ایسی شہادت نہیں۔ جس سے سشن جج کے اخذ کردہ نتائج نکالے جا سکیں یعنی یہ کہ حکام مخلوج معلوم ہوتے تھے۔ ظلم کا تدارک نہیں کیا گیا۔ اور یہ کہ قادیان کے مزعومہ معین مظالم کی طرف توجہ نہیں کی گئی +

اس بات کی تو کوئی شہادت نہیں۔ کہ ڈپٹی کمشنر نے عرضی (ڈی۔ زیڈ ۳۲) پر جو اس کے نام بھیجی گئی تھی۔ کوئی کارروائی نہیں کی۔ جب حقیقت حال یہ ہے۔ تو سشن جج کے لئے قطعاً مناسب نہیں تھا۔ کہ حکام کو جن کے خلاف اس معاملہ میں کوئی الزام زیر تحقیق نہیں تھا۔ بغیر صفائی کا موقعہ دینے اور ملزم کی شہادت کو غلط ثابت کرنے کے اس طرح مطعون کرے۔ یہ طریق انصاف پر مبنی نہیں ہے۔ اتنا کہنے کے بعد میں ضروری نہیں سمجھتا۔ کہ اس حصہ کو جس کے حذف کرنے کی حکومت نے درخواست کی ہے۔ حذف کیا جائے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ جج نے یونہی بلا وجہ اپنا راستہ چھوڑ کر ایک ایسے فریق کے خلاف نکتہ چینی کی ہے۔ جو فریق مقدمہ نہ تھا اور جب شہادت کو دیکھا جاتا ہے۔ تو وہ بھی ان نتائج کے ثبوت کے لئے بالکل ناکافی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن یہی اخذ کردہ نتائج جج کے فیصلہ کی بنا ہیں۔ کہ ملزم کے ساتھ نرمی سے سلوک کیا جائے۔ اور یہ اس کے فیصلہ کے اہم حصے ہیں۔ گو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ قادیانیوں کا اپنے جھگڑوں کے فیصلہ کے لئے پنچائتیں بنانا یا اپنے جائز مقاصد کے لئے والنٹیئر کور بنانا اس مقدمہ میں کس طرح مجرم کے جرم کو کم کرنے والا سمجھا جا سکتا ہے۔ میری رائے میں اس موقع پر یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس بارے میں ایسی شہادت جو یہ ظاہر کرے۔ کہ حکام نے قادیان میں قادیانیوں کے مظالم کے معاملہ میں ڈھیل دے رکھی تھی۔ غیر متعلق شہادت نہیں سمجھی جانی چاہیئے۔ ان فقرات سے جن کے حذف کئے جانے کی درخواست کی گئی ہے۔ فاضل سشن جج کی اس ذہنی کیفیت پر روشنی پڑتی ہے۔ جس سے اس نے مقدمہ میں غور کیا ہے۔ اور یہ شک جو فیصلے کے بہت سے دوسرے حصوں کی زبان پیدا کرتی ہے کہ اس مقدمہ میں شہادت کا صحیح موازنہ نہیں کیا گیا مسل کے مطالعہ سے کم نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ کسی خاص فرد پر خاص طور پر حرف گیری نہیں کی گئی۔ اور یہ باور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس قسم کا فیصلہ حقیقتہً حکام کو کوئی معقول نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اسلئے میں اس عبارت کو قلمزن کرنا ضروری نہیں سمجھتا +

مقدمہ کی مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں

تیسری اور آخری عبارت جسے سرکاری وکیل قلمزن کرانا چاہتا ہے۔ فیصلہ کے آخر کے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں ”یہ جرم ایک اصطلاحی جرم ہے“ لیکن سشن جج کی اس رائے کی صحت کہ سید عطاء اللہ شاہ کا جرم کس حد تک جرم ہے۔ اب زیر بحث نہیں آ سکتی۔ یہ صحیح ہے۔ کہ یہ عبارت فیصلہ کی دوسری عبارتوں کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ لیکن یہ امر اس بات کی کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس کو حذف کر دیا جائے۔ میں یہ بھی نہیں سمجھتا۔ کہ اس مقدمہ کو مزید تحقیقات کے لئے دوبارہ واپس بھیجا جائے۔ جیسا کہ عرضی میں درخواست کی گئی ہے چیف سکرٹری کا حلفیہ بیان اس فیصلہ کے بے بنیاد نتائج کو غلط قرار دیتا ہے۔ اور مزید کارروائی عدالتی طریقہ کار کے مزید ناجائز استعمال کو روکنے کی کوئی امید پیدا نہیں کرتی +

حضرت مرزا شریف احمدؐ صاحب کی درخواست پر بحث

اب میں کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب کی درخواست کو لیتا ہوں۔ جن کی طرف سے مختلف وجوہ کی بنا پر (۱۸) اٹھارہ عبارتوں کے قلمزن کرنے کی درخواست پیش کی گئی ہے +

پہلے تین فقرات

مجھے پہلی تین عبارتوں کے جن کو عرضی میں ا۔ ب اور ج کر کے لکھا گیا ہے۔ قلمزن کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کیونکہ وہ تاریخی واقعات کے ایک سادہ اور ثابت شدہ بیان پر مشتمل ہے +

چوتھی عبارت

چوتھی عبارت یوں ہے ”قدرتی طور پر کچھ مخالفت ہوئی۔ اور مسلمانوں کی اکثریت نے جماعت احمدیہ کے بانی کے تحکمانہ انداز میں اپنے آپ کو دوسروں پر مذہبی رنگ میں بالا و فائق سمجھنے کو برا منایا کافر ہونے کا الزام جو مرزا نے اپنے منکرین پر لگایا یا اس کی اس بدعتی مذہب کو نہ ماننے والوں نے بڑی سختی سے مدافعت کی۔ لیکن قادیانی ان بیرونی نکتہ چینیوں کو بالکل خیال میں نہ لائے اور اپنے شہر کی محفوظ فضا میں جتنا ہو سکا پھولے پھلے ان کی اس نسبتی محفوظ پوزیشن نے ان کے اندر تکبر پیدا کر دیا جو استکبار و استعلا کی حد تک پہنچ گیا۔ اپنے عقائد کو منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے وہ ایسے ہتھیار برتنے لگے کہ عموماً نہایت ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں۔ جو لوگ اس میں شامل ہونے سے انکار کرتے۔ انہیں نہ صرف بائیکاٹ اور اخراج بلکہ اس سے بھی سخت تر چیزوں کی دھمکیاں دے کر ڈراتے اور بسا اوقات ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر بھی اپنی تبلیغ کی تائید کرتے۔ قادیان میں ایک والنٹیئر کور بھی بنایا گیا۔ جس کا مقصد غالباً اپنے فیصلہ جات و احکام کا اجرا تھا“ سشن جج کی مندرجہ بالا عبارت کے جملے میں ”استکبار و استعلا“ کے لفظ کا استعمال اس سارے فیصلہ کی زبان کے انداز کے مطابق ہے۔ جو جج نے اس فیصلہ میں استعمال کی ہے۔ لیکن اسکے قلمزن کرنیکی کوئی خاص وزنی وجہ موجود نہیں۔ دوسرے جملہ میں لفظ ”بدعتی“ قابل اعتراض ہے۔ اور اس سے قادیانی مذہب کے پیرؤوں کی دلآزاری ہوتی ہے۔ گو یہ ممکن ہے۔ کہ جج نے اس لفظ کو استہزا کے رنگ میں استعمال نہ کیا ہو۔ مگر جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے

هو الناصر

کیا احرار واقعہ میں مباہلہ کرنا چاہتے ہیں

215

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
کچھ عرصہ سے لیڈرانِ احرار لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ گویا وہ مباہلہ کرنے کے خواہشمند ہیں۔ لیکن امام جماعت احمدیہ اس سے گریز کر رہا ہے۔ میں افسوس سے کہنا چاہتا ہوں۔ کہ احرار کا یہ اعلان قطعاً درست نہیں۔ اور تقوےٰ اور طہارت کے بالکل خلاف ہے +

حقیقت یہ ہے۔ کہ احرار سلسلہ احمدیہ اور اس کے بانی پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ کہ ان کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (نعوذ باللہ من ذالک) بانی سلسلہ احمدیہ کا درجہ بالا ہے۔ اور یہ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ کی ہتک کرتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ کہ بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے قادیان کو (نعوذ باللہ من ذالک) افضل سمجھتے ہیں۔ اور اگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بھی بج جائے تو بھی وہ خوش ہونگے۔ میں نے اس الزام کی تردید کی۔ اور ان امور پر جماعت سے احرار کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور اپنی طرف سے یہ شرطیں پیش کیں۔ کہ (۱) پانچسو یا ہزار آدمی دونو طرف سے مباہلہ میں شامل ہوں۔ اور یہ لوگ امام جماعت احمدیہ اور ناظران سلسلہ احمدیہ اور پانچ لیڈران احرار جن کے نام دیئے گئے تھے اور جن کی شمولیت ضروری قرار دی گئی تھی علاوہ ہوں (۲) مباہلہ لاہور یا گورداسپور میں ہو۔ (۳) دونو طرف کے نمائندے مل کر تفصیلات طے کر لیں۔ اور اگر میری مقررہ کردہ شرائط میں تبدیلی مناسب ہو تو وہ بھی تراضی فریقین سے کی جا سکتی ہے۔ اور (۴) ان مراحل کے بعد مباہلہ کی تاریخ کا اعلان کیا جائے۔ جو تصفیہ شرائط کے بعد پندرہ دن کے وقفہ پر ہو۔ ان میں سے ایک بات بھی نہیں جو احرار نے تسلیم کی ہو۔ اور باوجود اس کے وہ شور مچا رہے ہیں۔ کہ وہ مباہلہ کے لئے تیار ہیں +

میرے اس اعلان پر مظہر علی صاحب اظہر نے یہ کہا تھا کہ وہ قادیان میں مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے یہ الفاظ تھے "ہم مرزا محمود کو کوئی موقعہ نہیں دینا چاہتے کہ وہ مباہلہ سے پہلوتہی کر سکے۔ ہاں یہ ضرور ہو گا۔ کہ مباہلہ قادیان میں ہو" (مجاہد ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

چونکہ میں سمجھتا تھا۔ کہ یہ لوگ کم از کم دین کے ایسے اہم معاملہ میں ہنسی اور مذاق سے کام نہ لیں گے۔ میں نے اعلان کر دیا۔ کہ اگر انہیں قادیان پر اصرار ہے تو بہت اچھا ہمیں یہی منظور ہے۔ مگر باقی شرائط کا تصفیہ ہو جانا ضروری ہے۔ اور میں نے فیصلہ جلد کرانے کے لئے اپنی طرف سے نمائندوں کی ایک کمیٹی بھی مقرر کر دی۔ جنہوں نے تصفیہ شرائط کے لئے زعمائے احرار کو الگ الگ رجسٹری چٹھیاں لکھیں۔ مگر ان میں کسی کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ اگر احرار ثابت کر دیں۔ کہ یہ رجسٹری چٹھیاں ان کو نہیں ملیں یا یہ کہ انہوں نے ان کا جواب بذریعہ ڈاک دیدیا تھا۔ تو میں ایک سو روپیہ احرار کو انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔ اور اس غرض کیلئے مسٹر سیف الدین صاحب کچلو کو ثالث ماننے کے لئے تیار ہوں۔ جب بھی احرار چاہیں جماعت احمدیہ کا نمائندہ ایک سو روپیہ مسٹر کچلو صاحب کے پاس جمع کرا دیگا اس کے پندرہ دن کے اندر احرار اپنا ثبوت کچلو صاحب کے سامنے پیش کر دیں۔ اور اگر کچلو صاحب ان کے حق میں فیصلہ کر دیں تو روپیہ ان کو دیدیں۔ اور اگر فیصلہ ہمارے حق میں ہو یا پندرہ دن کے اندر احرار ثبوت پیش نہ کریں تو روپیہ جمع کرانے والے کو واپس مل جائے +

الغرض احرار کی طرف سے ہمارے کسی خط کا جواب بذریعہ خط نہیں دیا گیا۔ آخر بار بار زور دینے پر اظہر صاحب نے میرے نام ۱۴ اکتوبر کو ایک تار بھیجا (یہ عجیب بات ہے۔ کہ اس موقعہ پر بھی ہمیں کوئی چٹھی نہیں بھجوائی گئی حالانکہ اس قدر پہلے تار بھجوانا بالکل بے معنی تھا) کہ وہ ۲۳ نومبر کو مباہلہ کے لئے آجائیں گے اس کا جواب ناظر شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کی طرف سے ۱۷ اکتوبر کو دیا گیا جس میں لکھا گیا۔ کہ پہلے حسب اعلان شرائط کا تصفیہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو گی۔ اس کا جواب احرار کی طرف سے آجتک نہیں ملا۔

لیکن باوجود اسکے وہ لوگوں کو یہ دھوکہ دے رہے ہیں۔ کہ وہ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن امام جماعت احمدیہ اس سے گریز کرتا ہے۔ اگر میرا یہ دعوےٰ غلط ہے۔ کہ ۱۷ اکتوبر کو انکے نام انکے تار کے جواب میں ایک چٹھی ہماری جماعت کی طرف سے بھیجی گئی یا یہ غلط ہے۔ کہ اس چٹھی کا جواب اس وقت تک ناظر دعوت و تبلیغ کو بذریعہ چٹھی احرار کی طرف سے نہیں ملا۔ تو میں اس پر ایک سو روپیہ کا مزید انعام مقرر کرتا ہوں۔ اور اس کیلئے بھی مسلمانوں کے مشہور لیڈر مسٹر سیف الدین صاحب کچلو کو ثالث تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ اگر وہ دونو طرف کے کاغذات کو دیکھ کر اور ثبوت سن کر یہ فیصلہ کر دیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے احرار کو کوئی ایسی تحریر نہیں بھیجی گئی۔ یا یہ کہ اس تحریر کا جواب احرار کی طرف سے بذریعہ خط ناظر دعوت و تبلیغ جماعت احمدیہ کو دے دیا گیا تھا۔ تو ایک سو روپیہ مجلس احرار کو ہماری طرف سے ادا کر دیں۔ ورنہ انکے خلاف فیصلہ ہونے پر یا اس صورت میں کہ پندرہ دن کے اندر اندر وہ اپنا ثبوت مسٹر کچلو صاحب کے پاس پیش نہ کریں تو وہ رقم روپیہ جمع کرانیوالے کو واپس کر دی جائیگی۔ جب بھی احرار چاہیں یہ روپیہ مسٹر کچلو صاحب کے پاس ہمارا کوئی نمائندہ جمع کرا دیگا۔ اگر احرار دیانت سے کام لے رہے ہیں تو یہ فیصلہ جو میں خود انہی کے ایک ہم مذہب کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ اس کے لئے آمادہ ہو جائیں اور مقررہ انعام ہم سے وصول کر لیں +

یہ درست ہے۔ کہ احرار نے ہمارے چیلنج کے جواب میں اخبارات میں یہ اعلان کرنا شروع کیا تھا۔ کہ انہیں سب شرائط منظور ہیں لیکن حقیقۃً یہ درست نہیں تھا۔ کیونکہ اوّل اگر انہیں سب شرائط منظور تھیں تو کیوں انہیں اُن شرائط کے تحریر میں لانے سے گریز تھا؟ دوسرے میری شائع کردہ شرطوں میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ دونو طرف کے نمائندے ملکر آخری ڈھانچہ شرائط کا طے کر لیں۔ لیکن جب وہ احمدیہ جماعت کے نمائندوں کو جواب تک نہیں دیتے تھے تو اس شرط کا پورا ہونا تو الگ رہا شرطوں کے پورا ہونے کا امکان تک بھی باقی نہ رہا تھا +

جب معاملہ اس حد تک پہنچا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایکطرف تو احرار شرطوں کو تحریر میں نہیں لاتے اور دوسری طرف مباہلہ کے بہانہ سے لوگوں میں کانفرنس کی تیاری کی تحریک کر رہے ہیں۔ تو میں نے مناسب سمجھا کہ اب اس معاملہ کا دوٹوک فیصلہ ہو جانا چاہیئے چنانچہ میں نے اس خیال سے کہ شاید احرار میرے اخباری اعلانات کا جواب دینے میں ہتک محسوس کرتے ہوں (گو اس میں ہتک کی کوئی بات نہ تھی) میں نے ناظر دعوت و تبلیغ کو اپنا نمائندہ ہونے کی تحریر لکھدی۔ اور یہ تحریر بذریعہ رجسٹری ۱۵ نومبر کو انہوں نے مجلس احرار بھجوا کر خواہش کی۔ کہ وہ ان سے شرائط کا تصفیہ کر لیں۔ لیکن آج تک اس کا بھی کوئی جواب احرار کی طرف سے نہیں دیا گیا۔ اگر میرا یہ بیان درست نہیں تو میں اس کے غلط ثابت کرنے کے لئے بھی مزید ایک سو روپیہ کی رقم مجلس احرار کے لئے بطور انعام مقرر کرتا ہوں۔ اگر وہ یہ ثابت کر دیں۔ کہ ایسا رجسٹری خط انہیں نہیں بھجوایا گیا۔ یا یہ کہ رجسٹری کا جواب وہ میری اس تحریر سے پہلے ناظر دعوت و تبلیغ کو تحریراً بھجوا چکے ہیں۔ تو ایک سو روپیہ جو میرا کوئی نمائندہ پہلے سے مسٹر کچلو کے پاس جمع کرا دیگا۔ مسٹر کچلو احرار کے سپرد کر دینگے۔ لیکن اگر وہ میری بات کو غلط ثابت نہ کر سکے یا روپیہ جمع کرانے کے بعد پندرہ دن کے اندر انہوں نے مسٹر کچلو کے پاس اپنا ثبوت پیش نہ کیا۔ تو پھر یہ روپیہ جمع کرانے والے کو واپس کر دیا جائیگا۔

دوسری حرکت جس کا ارتکاب احرار کی طرف سے ہو رہا تھا۔ یہ تھی کہ وہ اس مباہلہ کے چیلنج کو قادیان میں کانفرنس کے انعقاد کا ذریعہ بنا رہے تھے۔ میں نے اس امر کا ثبوت پیش کر کے اپنے اشتہار مؤرخہ ۱۷ نومبر کے ذریعے اعلان کر دیا۔ کہ اگر احرار فی الواقع مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ نہ کہ کانفرنس یا جلسہ تو اخبارون میں اعلان کر دیں۔ کہ وہ زمانہ مباہلہ میں قادیان میں علاوہ مجلس مباہلہ کے وہ کوئی اور کانفرنس یا جلسہ نہیں کرینگے۔ نہ اپنی طرف سے نہ ماتحت مجلس کی طرف سے اور نہ افراد کی طرف سے۔ اور یہ کہ وہ صرف انہیں لوگوں کو ساتھ لائینگے جن کے نام مباہلہ کی فہرست میں آجائیں۔ جو فہرست کے شائع شدہ شرائط کے مطابق پانچسو یا ہزار سے زائد نہیں ہونی چاہیئے۔ سوائے دس یا پندرہ فی صدی کے جو بطور ریزرو رکھے جائیں۔ تا غیر حاضروں کی جگہ ان سے پر کی جائے۔ اور میں نے لکھا تھا کہ ایسی تحریر ہمیں قبل از وقت دیدینے کی صورت میں ہم قادیان میں ہی مباہلہ کرنے پر تیار ہونگے۔ اور اگر وہ یہ تحریر نہ دیں۔

اور ایسا اعلان نہ کریں۔ تو اس کے صاف معنے ہونگے کہ وہ مباہلہ کو کانفرنس کا بہانہ بنانا چاہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو میرا اشتہار مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء)

مگر افسوس کہ اس وقت تک ان کی طرف سے نہ تو یہ اعلان ان الفاظ میں ہوا ہے۔ جن الفاظ میں میرا مطالبہ تھا۔ اور نہ ہی ایسی کوئی تحریر ہمارے مطالبہ کے مطابق ہمیں دی گئی ہے۔ اگر یہ میرا بیان درست نہیں۔ تو اس کے لئے بھی میں شرائط مذکورہ بالا کے مطابق ایک سو روپیہ کا مزید انعام مقرر کرتا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے نمائندے احرار کے اشتہارات اور نیز بعض گواہوں کی گواہیوں سے یہ ثابت کرینگے۔ کہ مباہلہ کے علاوہ احرار اس موقعہ پر قادیان میں ایک اور اجتماع بھی کرنا چاہتے تھے۔ اگر احرار اس کی تردید کریں۔ کہ کانفرنس کی تحریک کا کوئی اشتہار ان کے قادیان کے کارکن اور صدر کی طرف سے شائع نہیں ہوا۔ اور یہ کہ ان کے زعماء نے مختلف جگہوں میں مباہلہ کرنیوالوں کے سوا دوسرے لوگوں کو بھی اس موقعہ پر قادیان میں جمع ہونے کی تحریک نہیں کی۔ اور جلسہ اور تقریروں کی امید نہیں دلوائی۔ تو وہ اس کا اعلان کر دیں۔ جس پر جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک سو روپیہ چکلو صاحب کے پاس جمع کروا دیا جائیگا۔ جو احرار کے ثبوت کو سچا سمجھنے کی صورت میں ان کو بلا توقف یہ رقم دیدینگے۔ ورنہ عدم ثبوت یا پندرہ دن تک ثبوت پیش نہ کرنے کی صورت میں یہ رقم روپیہ جمع کرانے والے کو واپس دے دینگے ہاں یہ شرط ہوگی۔ کہ میرے ان مطالبات کی جن کے متعلق میں نے انعامات مقرر کئے ہیں۔ اکٹھی تحقیقات کی جائے ایک ایک کو الگ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ تاکہ مباہلہ لٹکتا نہ چلا جائے۔ سوائے اس صورت کے کہ احرار ان مطالبات میں سے بعض کے متعلق اپنی غلطی تسلیم کر لیں۔ کہ اس اس بارہ میں ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس لئے صرف فلاں فلاں معاملے کی تحقیق کرانا چاہتے ہیں۔

اگر احرار کو مسٹر سیف الدین صاحب چکلو کی شخصیت پر اعتراض ہو۔ تو میں اس امر کے لئے بھی تیار ہوں۔ کہ مسٹر عبداللہ یوسف علی صاحب۔ آئی سی ایس ریٹائرڈ یا سر محمد یعقوب یا مولانا ابوالکلام آزاد میں سے کسی کو ان امور کے تصفیہ کے لئے تجویز کر دیا جائے۔ مذکورہ بالا اشخاص میں سے جس پر بھی احرار کو اعتماد ہو۔ میں مذکورہ بالا شرائط کے مطابق فیصلہ ان پر چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اجراء کی منظوری کے بعد مقررہ روپیہ فوراً جماعت احمدیہ کی طرف سے ان کے پاس جمع کرا دیا جائیگا۔

برادران! اگر احرار کو مباہلہ کرنا مطلوب ہے۔ نہ کہ کانفرنس۔ تو قادیان پر انہیں کیوں اصرار ہے۔ کیا شریعت کی رُو سے قادیان کے باہر مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ یا کیا نعوذ باللہ من ذالک اللہ تعالیٰ کی قادیان میں حکومت ہے۔ اور باہر اسکی حکومت نہیں ہے۔ ہمارے لئے تو ایک وجہ موجود ہے کہ حکومت نے احرار کو قادیان میں کانفرنس کرنے سے روکا ہوا ہے۔ مگر وہ مباہلہ کے بہانہ سے اپنا اجتماع کر کے حکومت کے حکم کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے قادیان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد اور ان سے اتر کر ہمارا مقدس مقام ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے۔ کہ ایک جوش کے موقعہ پر وہاں لوگ جمع ہوں۔ اور فساد کی کوئی صورت پیدا ہو۔ مگر احرار کو قادیان میں مباہلہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اگر یہاں مباہلہ کرنے کی کوئی غرض ہو بھی مباہلہ کرنے والوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو جمع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور ان کا اصرار کرنا۔ کہ یا تو ہم مباہلہ قادیان کریں گے۔ ورنہ نہیں کرینگے۔ ایک ایسی بات ہے۔ جس کی نسبت ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ بالکل غیر ضروری اور اور بالکل نامعقول ہے۔

اب میں مسٹر مظہر علی صاحب اظہر کے اس جواب کو لیتا ہوں۔ جو انہوں نے حکومت کو بھجوایا اور اخبارات میں ...... شائع کرایا ہے۔ آپ اس میں لکھتے ہیں۔

"آپ کی چٹھی ۳۴۷ ایس ایس بی مورخہ ۲ جولائی ۱۹۳۵ء کے (متن میں) گورنمنٹ کا فیصلہ جو درج کیا گیا تھا۔ اس کے مطابق مجوزہ تبلیغ کانفرنس ترک کر دی گئی تھی۔ مرزا محمود احمد نے اس پر مجلس احرار کو چیلنج دینا شروع کر دیا۔ کہ وہ مباہلہ کے لئے رضامند ہے۔ اور انہوں نے مجلس کے لیڈروں کو اپنے معتقدوں کے ہمراہ قادیان آنے اور ان کا مہمان بننے کے لئے اخبار الفضل مطبوعہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں دعوت دی تھی۔ اس لئے مجلس کو مجبوراً یہ چیلنج قبول کرنا پڑا"۔ (بندے ماترم ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء)

اس چٹھی سے مسٹر مظہر علی صاحب نے چیف سیکرٹری صاحب گورنمنٹ پنجاب پر اور اس کو شائع کر کے عوام الناس پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ کہ

(۱)

احرار نے چونکہ قادیان میں کانفرنس ملتوی کر دی تھی۔ اس وجہ سے امام جماعت احمدیہ نے انہیں چیلنج دینا شروع کر دیا۔ یعنی ان کی اس مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں لوگوں میں ذلیل کرنا چاہا۔

(۲)

احرار قادیان میں آنے کا ارادہ ترک کر چکے تھے مگر چونکہ امام جماعت احمدیہ نے انہیں قادیان آنے کا چیلنج دیا۔ وہ اس چیلنج کو قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ احرار پر رحم کرے۔ کہ وہ اسلام کو اس طرح بدنام نہ کریں۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں صریح جھوٹ ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کہ چونکہ احرار کو قادیان میں کانفرنس کرنے روک دیا گیا ہے۔ اس لئے میں نے احرار کو مباہلہ کا چیلنج دینا شروع کر دیا۔ میرا مباہلہ کا چیلنج لاہور یا گورداسپور کا تھا۔ اگر میں نے اس ممانعت سے فائدہ اٹھانے کے لئے چیلنج دیا ہوتا۔ تو میں قادیان آنے کا چیلنج دیتا نہ کہ لاہور یا گورداسپور کا۔ دوسری بات بھی یعنی یہ کہ احرار نے قادیان آنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ مگر جب میں نے ان کو چیلنج دیا۔ کہ وہ قادیان آکر مباہلہ کریں۔ تو مجبوراً انہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ ویسی ہی جھوٹ ہے۔ جیسی کہ پہلی بات انہوں نے ہرگز میرے چیلنج پر مجبور ہو کر قادیان آنیکا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ خود انہوں نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں قادیان میں مباہلہ کروں۔ چنانچہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء کے مجاہد میں مظہر علی صاحب اظہر کی جو تقریر شائع ہوئی ہے اس کا عنوان یہ ہے "مرزا محمود کی دعوت مباہلہ کا کیفیت موت طاری کر دینے والا جواب مباہلہ قادیان میں ہونا چاہیئے۔ مرد ہو تو بال بچوں سمیت میدان میں نکل آؤ" پھر اصل اعلان میں یہ فقرہ درج ہے "ہم مرزا محمود کو کوئی موقعہ نہیں دینگے کہ وہ مباہلہ سے پہلوتہی کر سکے۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ مباہلہ قادیان میں ہو"۔ (مجاہد ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ میرے مجبور کرنے پر انہوں نے قادیان آنا منظور نہیں کیا۔ بلکہ خود انہوں نے اپنی طرف سے یہ شرط لگائی۔ کہ وہ صرف قادیان میں مباہلہ کر سکتے ہیں باہر نہیں۔ اس کے بعد احرار کا حکومت کو یہ لکھنا۔ کہ ہم قادیان نہ جاتے تھے۔ مرزا محمود نے ہمیں مجبور کر کے قادیان بلایا ہے۔ کیا کسی عقلمند انسان کے نزدیک بھی درست ہو سکتا ہے؟ اور کیا یہ فعل دیانتداری کا فعل سمجھا جا سکتا ہے؟

میں مذکورہ بالا دونوں امور کے لئے بھی مزید سو سو روپیہ کا انعام مقرر کرتا ہوں۔

(۱)

اگر میرے اعلانات سے یہ نتیجہ نکل سکے کہ میں نے مباہلہ کا چیلنج اس لئے دیا تھا۔ کہ احرار کو قادیان آنے کی ممانعت تھی۔ یا

(۲)

یہ ثابت ہو جائے۔ کہ احرار تو قادیان آنے کو تیار نہ تھے۔ مگر میں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ ضرور قادیان میں ہی آکر مباہلہ کریں۔ تو سو سو روپیہ مزید انعام ان دونوں باتوں کے ثابت ہونے پر مجلس احرار کو جماعت احمدیہ کی طرف سے دیا جائیگا۔ اور اس انعام کے تصفیہ کے لئے بھی میں مذکورہ بالا شرائط اور مذکورہ بالا ثالثوں میں سے کسی ایک کو پیش کرتا ہوں۔ کیا میں امید کروں کہ مجلس احرار ان امور کے لئے مذکورہ بالا شرائط کے ماتحت مذکورہ بالا لوگوں میں سے کسی ایک سے فیصلہ کرانے کو تیار ہوگی؟ یہ لوگ سب کے سب غیر احمدی ہیں۔ اور احرار کے ہم مذہب ہیں۔ اور مسلمانوں کے مسلمہ لیڈر ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ احرار کے مقابل پر میری رعایت کرینگے۔ بلکہ ہر انصاف پسند تسلیم کریگا۔ کہ میں نے گویا خود احرار کے اپنے ہم مذہبوں کے سپرد ان امور کا فیصلہ کر دیا ہے۔ مگر اس فیصلہ کے لئے۔ یہ شرط ہوگی۔ کہ یہ تحریری صورت میں بدلائل دیا جائے۔ اور دونوں فریق کے دلائل کو نقل کر کے وجوہ فیصلہ لکھی جائیں۔ اور دونو فریق کو ایک ایک نقل اسکی فوراً دیدی جائے۔ تاکہ بعد میں اس فیصلے کو شائع کیا جا سکے۔

برادران! میں اس بارہ میں جو کچھ کر سکتا تھا۔ وہ میں نے کر دیا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں رکھ کر انصاف سے کام لیں گے۔ اور احرار کی اس دھوکہ دہی کا ازالہ کر دینگے۔ کہ وہ لوگوں کو یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ احمدی مباہلہ سے گریز کرتے ہیں۔ جو بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ ہم اب بھی مباہلہ کے لئے تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے۔ کہ پہلے دونو فریق کے نمائندے آپس میں تحریری طور پر شرائط طے کر لیں۔ اور مجلس مباہلہ کے لئے ایک مسلمہ فریقین صدر مقرر ہو جائے۔ جو اس امر کا ذمہ وار ہو۔ کہ مسلمہ فریقین شرائط کی پابندی کی جائیگی۔ اور مباہلہ لاہور یا اور کسی ایسے مقام پر جو فریقین کے لئے پرامن اور مناسب ہو وقوع میں آجائے۔ لیکن اب بھی احرار کو قادیان میں مباہلہ ہونے پر اصرار ہو۔ تو پھر اس صورت میں انہیں چاہیئے۔ کہ میری شائع کردہ شرائط کے ماتحت سمجھوتہ کر لیں۔ اس صورت میں ہم ان کے ساتھ مل کر حکومت کو لکھدیں گے۔ کہ مباہلہ قادیان میں دونو فریق کی ذمہ واری پر ہوگا۔ اور کسی قسم کی بدنظمی کا خطرہ نہ ہوگا۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو۔ تو آؤ یوں کریں۔ کہ فریقین مباہلہ کے الفاظ کی تعیین کر لیں۔ اور دونو فریق اپنے اپنے الفاظ پر دستخط کر کے ایک دوسرے کو دیدیں۔ تاکہ رسالہ کی صورت میں اسے شائع کر دیا جائے۔ آخر مباہلہ کی دعا خواہ

تحریر میں آئے یا زبانی کی جائے ایک سا اثر رکھتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ جس طرح منہ کی باتیں سنتا ہے۔ قلم کی تحریر سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔

لیکن اگر ان سب باتوں کے باوجود احرار مباہلہ پر تیار نہ ہوں۔ لیکن غلط بیانی سے کام لیتے چلے جائیں۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور غلط بیانیوں کا نکھار ہو کر رہیگا۔ ان کی غلط بیانیاں انہیں چند دن تک نفع دے سکتی ہیں۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔ بعض لوگ جوش کی حالت میں اگر ان کے فریب میں آ بھی جائیں تو بیشک آجائیں۔ مگر صداقت آخر غالب آکر رہیگی۔ اور اور جلد یا بدیر دنیا پر کھل جائیگا۔ کہ یہ سب کارروائی احرار نے شہید گنج کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے کی تھی۔ ایک زندہ اور خبردار خدا کے ہاتھ میں ہماری قسمتیں ہیں وہ اس جھوٹ کو کبھی سرسبز نہیں ہونے دے گا۔ وہ اس دھوکہ کو قائم نہیں رہنے دیگا۔ اسی مالک یوم الدین خدا کے پاس ہماری اپیل ہے۔ کہ وہ احرار کے اس افترا کی قلعی کھول دے۔ اور مسلمانوں کو سمجھ دے۔ کہ ان کے اس فریب میں نہ آئیں۔ اور بے گناہوں کو بے وجہ ہدفِ ملامت نہ بنائیں۔ کہ یہ فعل خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں۔ فتح یہ نہیں۔ کہ انسان جھوٹ سے لوگوں کو اشتعال دلا دے۔ فتح یہ ہے۔ کہ انسان خدا کے لئے سچائی پر قائم رہے۔ مکہ کے کافر بھی لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹ بول کر بھڑکا دیا کرتے تھے اور اگر ان کے ادنیٰ خادموں اور جان نثاروں کے خلاف احرار جھوٹ بول کر اشتعال دلانے کی کوشش کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن نہ آقاؐ کے مقابلہ میں یہ دھوکہ دیر تک قائم رہا۔ اور نہ اب خدام کے مقابلہ میں دیر تک قائم رہیگا۔ میں نے سچائی اور انصاف سے یہ فیصلہ کرنا چاہا مگر ان لوگوں نے حیلوں اور حجتوں سے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا۔ **میرا خدا مجھے اسی طرح نہیں چھوڑے گا۔ وہ ان کے موجودہ اور آئندہ سب فریبوں سے مجھے محفوظ رکھے گا۔ اور اس کا ہاتھ رُکیگا نہیں۔ جب تک کہ وہ سچ کو سچ ثابت نہ کر دے۔ کہ اسکی شان کے یہی مطابق ہے۔ اور اس کی صفات حسنہ اسی کی متقاضی ہیں۔**

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

والسلام

خاکسار **مرزا محمود احمد**

امام جماعت احمدیہ قادیان

۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خطاب

آل انڈیا نیشنل لیگ کی والنٹیئر کور سے

قادیان ۲۴ نومبر۔ آج بعد نماز عصر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے آل انڈیا نیشنل لیگ کور کے مقامی اور بعض بیرونی مقامات کے ممبروں کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی

پچھلے چار دنوں میں جو کام آپ لوگوں کو مرکز سلسلہ کی حفاظت کے لئے کرنا پڑا ہے۔ میں اس کے متعلق سب سے پہلے اپنی خوشنودی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ جس نیت اور غرض کے ماتحت آپ لوگوں نے یہ کام کیا ہے۔ اسی نیت اور غرض کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ سے نیک سلوک فرمائے۔

میں اس موقعہ پر یہ بات بھی بتا دینی چاہتا ہوں۔ کہ انسانی اعمال کے دو قسم کے بدلے ہوا کرتے ہیں۔ ایک وہ بدلہ جو چاندی اور سونے کی صورت میں اسے ملتا ہے۔ اور ایک وہ بدلہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی رضا کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا۔ اور اس موقعہ پر کچھ اموال ہاتھ آئے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض کمزور لوگوں میں انہیں تقسیم کر دیا۔ تو بعض نوجوانوں نے اعتراض کیا۔ کہ خون تو ہماری تلواروں میں ٹپکر رہا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال مکہ والوں کو دے دئے۔ کیونکہ وہ آپ کے رشتہ دار تھے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار کو جمع کیا۔ اور ان کے سامنے یہ بات بیان فرمائی۔ کہ آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب مکہ والوں نے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو باوجود بھائی ہونے کے اپنے شہر سے نکال دیا۔ تو مدینہ کے لوگوں نے پناہ دی۔ ان کے لئے ہر قسم کی قربانی کی۔ اپنی جانیں تک دیں اور ہر رنگ میں مدد اور اعانت کی۔ لیکن جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو انہوں نے تمام اموال اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیئے آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہم نہیں کہتے۔ ہم میں سے ایک بے وقوف نوجوان نے یہ بات کہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ مگر اس بات کی ایک اور صورت بھی تھی۔ اور اگر تم چاہتے۔ تو اس رنگ میں بھی کہہ سکتے تھے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا۔ ایسا نبی جسے اللہ تعالےٰ نے تمام نبیوں کا سردار بنایا۔ اور روئے زمین کے تمام انسانوں کیلئے اسے ہادی بناکر مبعوث کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نہ انسانی کوششوں سے بلکہ محض اپنے فضل اور رحم سے اور فرشتوں کی فوج کی مدد کے ساتھ اسے فتح دی۔ اور مکہ۔ جو اس کا وطن تھا۔ اس کے قبضہ میں دیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکہ میں اسے فاتحانہ طور پر داخل کیا۔ تو مکہ جہاں کا وہ رہنے والا تھا اس کے باشندے تو اونٹوں اور بھیڑوں کے گلے اپنے گھروں کو لے گئے۔ لیکن مدینہ کے لوگ جہاں کا وہ رہنے والا نہ تھا۔ وہ اپنے گھروں میں خدا کے رسول کو لے آئے۔ تو دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو چاندی اور سونے کے لئے محنتیں کرتے ہیں جیسے مکہ والے تھے۔ کہ وہ اونٹوں کے گلے اپنے گھروں کو لے گئے۔ ان کا بھی کام کرنے سے مقصد و مدعا یہ ہوتا ہے کہ سونا اور چاندی انکی جیبوں میں پڑے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کے مدنظر مال و دولت نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ان کا منتہائے نظر ہوتا ہے۔ تو آپ لوگوں نے جو کام کیا ہے۔ اگرچہ صرف آپ نے ہی یہ کام نہیں کیا۔ گورنمنٹ کے سپاہی بھی اس کام پر متعین تھے۔ اور جب وہ جائینگے۔ تو کسی کو رستہ کے اخراجات کے لئے روپیہ ملیگا۔ اور کسی کو بھتہ ملیگا۔ لیکن اس قسم کی کوئی چیز آپ لوگوں کو نہیں ملی۔ اور گو بظاہر یہی نظر آتا ہے۔ کہ آپ لوگوں کا وقت ضائع گیا۔ لیکن جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ مکہ کے لوگ تو اونٹوں کے گلے اپنے گھروں کو لے گئے۔ اور مدینہ کے لوگ خدا کا رسولؐ لے آئے۔ اسی طرح اس کام کے بدلے میں جو چیز آپ لوگوں کو ملی ہے۔ وہ ان لوگوں کو نہیں ملی۔ آپ لوگوں نے سلسلہ کی حفاظت کا کام کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی ہے جس کے مقابلہ میں سونے اور چاندی کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میرے پاس شکائتیں پہونچی ہیں۔ کہ بعض افسروں نے ماتحتوں پر سختی کی۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس قسم کے شکوے بالعموم کام کے وقت ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن میں ان شکووں کی معقولیت کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس قسم کا نظام اسی لئے قائم کیا جاتا ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو حاصل کرے۔ اور محنت اور مشقت اور تکالیف برداشت کرنے کا اپنے آپ کو عادی بنائے۔ جو لوگ اس خیال سے نیشنل لیگ میں داخل ہوئے تھے۔ کہ کوئی کھیل تماشہ ہوگا۔ وہ تو بے شک تکالیف محسوس کر سکتے اور محنت کے کاموں سے کبیدہ خاطر ہو سکتے ہیں لیکن جو لوگ اس خیال کے ماتحت نیشنل لیگ میں داخل ہوئے تھے۔ کہ انہیں محنت مشقت اٹھا کر سلسلہ کیلئے کام کرنے پڑیں گے۔ ان کے دلوں میں ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آسکتا۔ کہ سلسلہ کی حفاظت کا کام کر کے انہیں کوئی تکلیف پہونچی۔ اور اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہے۔ تو یہ ناواجب اور گناہ کی بات ہے۔ سپاہیانہ زندگی جان دینے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر جان انسان فوراً نہیں دے سکتا۔ بلکہ پہلے اسے تکالیف کا عادی بنانا پڑتا ہے۔ تاکہ وقت پر اپنی جان کی قربانی بھی پیش کر سکے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ جان دینا بہت بڑی بات ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے لئے جان دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اور اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کہ محنت و مشقت اور تکالیف برداشت کرنے کا انسان اپنے آپ کو عادی بنائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہؓ کو اس قسم کی پریکٹس کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ کبھی تیراندازی کی مشق کراتے اور کبھی تلوار چلانا سکھاتے پھر عملی زندگی میں انہیں ایسی ایسی تکالیف اٹھانی پڑیں۔ جو آپ لوگوں کو اٹھانی نہیں پڑیں۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک جنگ کے دوران میں انہیں اور ان کے ساتھیوں کو دس دن تک کھانا نہ ملا۔ اور بھوک کی شدت کی وجہ سے درختوں کے پتے کھا کھا کر گذارہ کرتے رہے۔ پتے کھانے کی وجہ سے مینگنیوں کی شکل میں پاخانہ آنا شروع ہو گیا۔ یقیناً اس قسم کی تکلیف آپ لوگوں کو نہیں ہوئی۔ پس جنہیں شکایت پیدا ہوئی ہے۔ وہ صرف اس لئے ہوئی ہے۔ کہ وہ تکالیف

برداشت کرنے کے عادی نہ تھے ✦

میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں ۔ کہ انہیں تکلیف ہوئی ہوگی مگر نیشنل لیگ اور اس کی کور کے قائم کرنے سے غرض ہی یہ ہے کہ تکلیف برداشت کرنے کا لوگوں کو عادی بنایا جائے ۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں ۔ کہ جنہوں نے اس قسم کا شکوہ کیا ہے وہ توبہ کریں ۔ اور سمجھ لیں ۔ کہ ان کی طرف سے یہ ایک کمزوری کا اظہار ہوا ہے ۔ جس کے بدلے انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار ندامت اور طلب عفو کرنا چاہیئے ۔ باقی میں یہ نہیں کہتا کہ افسروں سے غلطی نہیں ہوئی ہوگی ۔ جس طرح آپ لوگ ابھی اناڑی ہیں ۔ اسی طرح آپ کے افسر بھی اناڑی ہیں ۔ لیکن بہر حال فوجی نظام یہ چاہتا ہے ۔ کہ افسر چاہے غلطی کر رہا ہو ۔ اسکی اطاعت کی جائے ۔ اور اس حد تک اطاعت کی جائے ۔ جہاں تک شریعت اطاعت کرنے سے منع نہیں کرتی ۔ باقی تمام باتوں میں خواہ وہ جائز ہوں یا آپ لوگوں کی نگاہ میں ناجائز آپ کا فرض ہے ۔ کہ افسر کی اطاعت کریں ۔ ہاں اس نے کور کے قواعد کے خلاف کوئی حرکت کی ہے ۔ تو آپ لوگوں کا حق ہے ۔ کہ بعد میں بالا افسر کے پاس باضابطہ طور پر شکایت کریں ۔ اس اصل کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو اس کام کی اصل غرض بالکل فوت ہو جاتی ہے ✦

میں امید کرتا ہوں ۔ کہ آپ لوگ اس کام کو جو آپ نے شروع کیا ہے ۔ جاری رکھیں گے ۔ ابھی تو یہ کام صرف کھیل تک ہی محدود ہے ۔ اور آپ لوگوں نے عملی قواعد بھی نہیں سیکھے ۔ اس لئے ضرورت ہے ۔ کہ لمبے عرصہ تک اس پریکٹس کو جاری رکھا جائے ۔ بلکہ اس وقت تک اس پریکٹس کو جاری رکھنا چاہیئے ۔ جب تک کہ دنیا کی تمام کوروں کے مقابلہ میں آپ کی کور زیادہ اعلےٰ نہیں سمجھی جاتی پس میں امید کرتا ہوں ۔ کہ تمام محلوں کے والنٹیرز اپنے اپنے محلوں میں اس پریکٹس کو جاری رکھیں گے ۔ یہاں تک کہ دنیا کی ہر کور سے محنت ۔ مشقت ۔ قربانی اور کام کی عمدگی میں بڑھ جائیں ۔ اور کسی سے پیچھے نہ رہیں ۔ مومن کی یہ پختہ علامت ہے ۔ کہ وہ ہر کام میں اول نمبر پر رہتا ہے ۔ ایک بزرگ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید گزرے ہیں ۔ وہ ایک جنگ پر جا رہے تھے ۔ کہ راستہ میں انہیں معلوم ہوا ۔ کہ ایک سکھ اتنا بڑا تیراک ہے ۔ کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ یہ سن کر انہیں اتنی غیرت آئی ۔ کہ باوجود اس کے کہ وہ ایک ضروری کام پر جا رہے تھے ۔ وہیں ٹھیر گئے ۔ اور دریائے اٹک میں انہوں نے تیرنے کی مشق شروع کر دی ۔ اور چالیس دنوں کے بعد اسے چیلنج دیا ۔ کہ میرا مقابلہ کر لو ۔ چنانچہ اس سکھ سے مقابلہ کیا ۔ اور اسے شکست دی ۔ تو سچا مومن ایک منٹ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا ۔ کہ کوئی اور اول درجہ پر چلا جائے ۔ اور یہ دوسرے نمبر پر رہے ۔ پس میں امید کرتا ہوں ۔ کہ آپ لوگ اس کام کو جاری رکھیں گے اور روزانہ اسکی پریکٹس کریں گے ۔ کوئی کام مشق کے بغیر نہیں آسکتا ۔ اور نہ یہ کام مشق کے بغیر آسکتا ہے ✦

پس اس کام کو مسلسل جاری رکھیں ۔ اور اس حد تک اس میں ترقی کریں ۔ کہ کسی میدان میں دنیا کی کسی کور کے سامنے بلکہ باقاعدہ نظام والی فوجوں کے سامنے بھی اگر کسی وقت کھڑا ہونا پڑے ۔ تو دیکھنے والے یہ نہ کہہ سکیں ۔ کہ احمدی نوجوان ان سے کم رہے ۔ یہ امید رکھتے ہوئے ۔ کہ آپ ان باتوں کو یاد رکھیں گے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں ۔ کہ وہ ہماری نسلوں میں وہی قربانی اور ایثار کی روح پیدا کرے جو صحابہؓ میں تھی اور انہیں مہتم بالشان قربانیوں کی توفیق دے ۔ جو دنیا کو حیرت میں ڈال دیں

(بقیہ صفحہ ۶)

قادیانی یا کسی اور مذہبی فرقہ کے حالات وعقائد کا سوال عدالت کے سامنے نہ تھا ۔ اور یہ باتیں اس مقدمے کے مقاصد کے لئے بالکل غیر متعلق تھیں ۔ تمام الہامی مذہب ایک نہ ایک وقت نئے ہوتے ہیں ۔ پس میں لفظ "بدعتی" کو فیصلہ سے خارج کرتا ہوں ✦

اگلے الفاظ جن پر اعتراض کیا گیا ہے ۔ یہ ہیں "اس نسبتی حفاظت کی پوزیشن نے قادیانیوں میں استعلاء کی حد تک تکبر پیدا کر دیا" یہ بیان بحیثیت مجموعی مسل کی زبانی اور تحریری شہادت پر مبنی ہے ۔ اور اگرچہ بہت بہتر ہوتا ۔ کہ زبان حد اعتدال کے اندر رکھی جاتی اور حقیقتہً یہ تمام جملہ ہی غیر ضروری ہے لیکن اس کے قلمزن کرنے کی صحیح وجوہات مجھے نظر نہیں آتیں قادیانیوں کے رویہ اور سلوک کو جس کے متعلق گواہی میں ذکر ہے سشن جج نے ملزم کی سزا میں کمی کی جائز وجہ سمجھا ہے ۔ آیا جج اس خیال میں حق بجانب تھا یا نہیں یہ ایک ایسا سوال ہے ۔ جو موجودہ نوعیت کی درخواست میں نہیں اٹھایا جا سکتا ۔ فاضل جج نے اس خیال کی تائید میں کہ دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے مجرم کے لئے جائز ہے ۔ کہ جن بیانات کی بنا پر اس پر مقدمہ چلایا گیا ہو ۔ ان کے متعلق اپنی اصلی نیت ظاہر کرنے کے لئے اور سزا میں کمی کرانے کی خاطر اپنے بیانات کے سچے ہونے کو بطور عذر پیش کرے ۔ اس ہائی کورٹ کی کم از کم ایک نظیر ضرور موجود ہے ۔ حکومت بخلاف راجپال (انڈین لاء رپورٹس ۷ لاہور ۱۵) خود دفعہ ۱۵۳ الف کی تشریح کا بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے ۔ اور اس خیال کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں پیش کیا گیا ۔ کہ اس دفعہ کے ماتحت مقدمات میں دل آزار الفاظ کی سچائی کی شہادت امر متعلق نہیں ہے ۔ اس لئے میں اس موقعہ پر یہ کہنے کو تیار نہیں ہوں ۔ کہ مجسٹریٹ نے ایسی گواہی کے طلب کرنے کی اجازت دے کر جو مدعا علیہ کی تقریر کے بیانات کی سچائی ثابت کر سکے ۔ غلطی کی ہے ۔ اور یہ کہ اس وجہ سے سشن جج نے جو نتیجہ اس گواہی سے نکالا ہے ۔ اسے غیر متعلق سمجھا جانا چاہیئے ۔ لیکن دوسری طرف اس میں بھی شک نہیں ۔ کہ ایسی گواہی کو مقدمہ سے امر متعلق قرار دینے کے لئے اس واقعہ کا جو تقریر کی تائید میں پیش کیا گیا ہو ۔ اور اس فعل کا جس کی وجہ سے مقدمہ چلایا گیا ہو ۔ آپس میں قریب کا تعلق ہونا چاہیئے ۔ اگر گواہی کسی ایسے واقعہ کے ثبوت میں پیش کی گئی ہو جو کہ بیان کردہ جرم کے حالات سے بالکل بے تعلق ہو وہ اگر درست ثابت ہو ۔ تو بھی یہ ظاہر نہیں کر سکتی ۔ کہ ملزم کا فعل دیانتدارانہ تھا ۔ یا اسے اشتعال دلایا گیا ۔ یا وہ اپنے فعل کے لئے کوئی عذر رکھتا ہو ۔ پس ایسی گواہی یقیناً غیر متعلق ہے ۔ اور ایسی شہادت کی بناء پر جو ریمارکس کئے گئے ہوں ۔ ان کا بحال رکھنا جب کہ وہ کسی شخص کے خلاف اثر ڈالتے ہوں ۔ یا کسی اور لحاظ سے دل آزار اور غیر ضروری ہوں ۔ یہ عدالتی کارروائی کا ایسا بُرا استعمال ہے جو ان کے قلمزن کرنے کو جائز کر دیتا ہے ✦

اب میں ان الفاظ کو لیتا ہوں ۔ کہ وہ اپنے عقائد کو منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے انہوں نے (یعنی احمدیوں نے "الفضل") ایسے ہتھیار استعمال کئے ۔ جو عموماً نہایت ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں ۔ جو لوگ اس میں شامل ہونے سے انکار کرتے ۔ یہ انہیں نہ صرف بائیکاٹ اور اخراج بلکہ اس سے بھی سخت تر چیز کی دھمکیاں دیکر ڈراتے ۔ بلکہ بسا اوقات ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر بھی اپنی تبلیغ کی تائید کرتے ۔ قادیان میں ایک والنٹیر کور بھی بنایا گیا جس کا مقصد غالباً اپنے فیصلہ جات واحکام کا اجراء تھا ۔

سشن جج کے یہ الفاظ واقعات کا بالکل صحیح بیان نہیں ہیں ۔ اس بات کی کوئی شہادت نہیں ۔ کہ سوائے ان لوگوں کے جو جماعت کو چھوڑ گئے ہوں ۔ یا ان سے لڑے ہوں ۔ اور کسی کو اس وجہ سے کہ وہ کیوں قادیانیوں میں شامل نہیں ہوتا ۔ ڈرایا دھمکایا گیا ہو ۔ اس امر کی کافی شہادت ہے ۔ اور خود مرزا صاحب کے بیان سے اسکی تصدیق ہوتی ہے ۔ کہ جو اشخاص جماعت کی نظر میں قابل اعتراض ہو گئے ہوں ۔ ان سے قطع تعلق کر لیا گیا ۔ یا تمدنی رنگ میں قادیان سے چلے جانے کے لئے ان پر دباؤ ڈالا گیا ۔ لیکن اس معاملہ میں یہ نتیجہ نکالنے کے لئے بہت کم وجہ موجود ہے ۔ کہ ایسے لوگوں کے متعلق کوئی خلاف قانون دباؤ ڈالا گیا ہو "سخت تر چیز کی دھمکی" کے متعلق عبدالکریم کی گواہی ہے ۔ کہ اسے قتل کی دھمکی دی گئی ۔ فاضل سشن جج نے اسے باور کر لیا ہے ۔ میں نے والنٹیر کور کے متعلق شہادت کا پہلے بھی ذکر کیا ہے ۔ کور تو تھی ۔ لیکن اس بات کی کوئی شہادت نہیں ۔ کہ وہ خلاف قانون طور پر استعمال کی گئی ہو ۔ اور اور یہ ریمارک بالکل بے بنیاد ہے ۔ کہ "غالباً یہ کور فیصلہ جات واحکام کے اجراء کے لئے قائم کی گئی تھی مگر میرے نزدیک اس عبارت کا قلمزن کرنا ضروری نہیں ✦

پانچویں اور چھٹی عبارت

پانچویں اور چھٹی عبارت میں جو ریمارکس کئے گئے ہیں وہ شہادت پر مبنی ہیں ۔ یہ ثابت ہے ۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں ۔ کہ قادیان کی عدالتوں میں دیوانی اور فوجداری ہر دو قسم کے مقدمات فیصل کئے جاتے ہیں ۔ سزائیں دی جاتی ہیں ۔ اور ڈگریاں جاری کی جاتی ہیں ۔ لیکن یہ نہیں ثابت کیا گیا ۔ کہ یہ فعل خلاف قانون صورت میں کیا جاتا تھا ۔ یا یہ کہ ان عدالتوں میں غیر قادیانیوں کے جھگڑے فیصل کئے جاتے ہیں یہ سمجھنا مشکل ہے ۔ کہ ان باتوں میں فاضل جج کو سزا میں تخفیف کرنے کی وجہ کیونکر نظر آگئی ۔ یہ امر واقعہ ہے ۔ کہ انہیں ایسی وجہ نظر آئی ہے ۔ اس لئے ۔ یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے ۔ عبارت الف ۵ اور الف ۶ قلمزن کرنے کی کوئی وجہ نہیں ✦ (باقی آئندہ پرچہ میں)

217

بیانِ اہلِ درد

ناظرین کرام واقف ہیں۔ کہ "بیان اہل درد" کے عنوان سے حضرت قبلہ معظم جناب حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہان پوری کی نظمیں معزز معاصر "الفضل" میں شائع ہو چکی ہیں۔ موصوف نے اپنی نظم کی دوسری قسط میں جو ۱۰ر اگست ۱۹۳۵ء کو شائع ہوئی ہے۔ یہ مقطع تحریر فرمایا تھا:۔

مظہر و گوہر کہاں ہیں صادق و بسمل کہاں
آج پھر مختار ہے محو بیان اہل درد

یہ گویا باانداز خاص ہمنوائی کی ایک دعوت دی گئی تھی۔ سب سے پہلے اس پر مخدومی حضرت مولانا حکیم عبید اللہ صاحب بسمل نے توجہ فرمائی۔ اور میں نے آنجناب کی نظم جو فارسی میں تھی حافظ صاحب کی خدمت میں ارسال کر دی۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ "الفضل" میں اشاعت کے لئے بھیجدی گئی ہے۔ دنوں کے انتظار کے بعد ۱۷ر اکتوبر کے "الفضل" میں حضرت مولانا موصوف کی نظم نکلی۔ لیکن یہ وہ نظم نہیں ہے۔ اُس کے صرف چند شعر اس میں ہیں۔ اب میں وہ سابق نظم معہ حافظ صاحب کے تحریر فرماتے ہوئے نوٹ کے "الحکم" میں درج کرتا ہوں۔ تا یہ دُرِّ غُرر دستبُردِ زمانہ سے محفوظ ہو جائیں۔

(خاکسار حبیب احمد سابق کاتب "الحکم")

"میری دوسری نظم "بیان اہل درد" کا مقطع ملاحظہ فرمانے کے بعد میرے مخدوم و معظم حضرت علامہ مولانا بسمل مدظلہ نے فارسی میں فصاحت و بلاغت کا جو دریا بہایا ہے۔ ناظرین بھی اسکی سیر فرمائیں۔ آنجناب کا میری التجا پر توجہ مبذول فرمانا میرے لئے ہزاراں ہزار عزت و فخر کا موجب ہے۔ چونکہ حضرت مولانا کی گراں قدر نظم کا پایہ میری حد تعریف سے بہت بلند ہے۔ اس لئے اس کے متعلق میں کچھ عرض نہیں کرتا۔ ہاں میری نسبت جو ارشاد ہوا ہے۔ اس کے متعلق اتنی عرض ہے۔ کہ یہ بغرض عزت افزائی حضرت مولانا کی شفقت بزرگانہ ہے۔ ورنہ

آج ہیں عالم میں فخرِ عاشقانِ اہلِ درد
حضرتِ بسمل سراجِ آسمانِ اہلِ درد

میری کیا ہستی ہے اے مختار میں کیا چیز ہوں
ذرۂ ناچیزِ کوئے چاکرانِ اہلِ درد

(شکر گذار خاکسار مختار عفا اللہ عنہ)

حضرتِ مختار آں جانِ جہانِ اہلِ درد
یک طلسم انگیخت بہرِ امتحانِ اہلِ درد

کرد روشن محفلِ عشاق از سوز و گداز
شمع آسا آں چراغِ دودمانِ اہلِ درد

داد سر آہے و مجلس راز سر تا پا بسوخت
کرد کارے کاں نبود اندر گمانِ اہلِ درد

عشق چوں ستاں سر آید دیدہ گردد اشکبار
دل شود در سینہ خوں از داستانِ اہلِ درد

مستمع را سینہ بریاں چشم گریاں می کند
حرفِ درد چوں برآید از دہانِ اہلِ درد

ہوش یا بے طاقتاں از یک سخن غارت نمود
خود فراموشی اثر بخشد بیانِ اہلِ درد

دود برمی خیزد از جائیکہ آتش درگرفت
نالہ ہجاں سوز می باشد نشانِ اہلِ درد

تاجرے گر از تتار آید بیا در نافہ ہا
درد ہا در بار دارد کاروانِ اہلِ درد

گر نسیم از باغ آید بوئے ریحان آورد
باد آور بوئے جاں از بوستانِ اہلِ درد

دردمنداں را بچشم کم مبیں اے بے ادب
عرش ہم در لرزہ آید از فغانِ اہلِ درد

درد پیدا کن کہ تا حاصل کنی شانِ رفیع
آسماں ساید جبیں بر آستانِ اہلِ درد

بگذر از رقص و سماع و وجد و حالِ چشتیاں
دست بیعت رو بدہ در خاندانِ اہلِ درد

باز کن فرقانِ رحماں بر تو تا واضح کند
آیۂ یبکون فی الاسحا شانِ اہلِ درد

شکر للہ کار ما بگذشت از شیخانِ دہر
پیرِ ما گردید یاراں نوجوانِ اہلِ درد

نیست غم گر حاسداں دام ملا گستردہ اند
ہست فضلِ حق تعالیٰ پاسبانِ اہلِ درد

ہر کہ با خاصانِ حق آویخت خونِ خود بریخت
تیغ بر خود می کشد ایذا رسانِ اہلِ درد

قلبِ اعدا گرچہ باشد سدِ روس بشکند
بر جہد تیرِ دعا چوں از کمانِ اہلِ درد

اندر آ در ظلِ محمود از نجاتے بایدت
قادیاں است از خدا دار الامانِ اہلِ درد

شاہدِ معنی عالم چیدہ خوانِ نعمت است
جہد کن بسمل کہ گردی میہمانِ اہلِ درد

ناگواریہائے دوراں طعم منکر میدہد
گر نمائی ذلہ خواریہا ز خوانِ اہلِ درد

درد و داغِ عشق ایمن سازد از خورشیدِ حشر
روزِ محشر عرش گردد سائبانِ اہلِ درد

میرساند طالباں را جذبہ تا بامِ وصال
برتر است از ہر دو عالم نردبانِ اہلِ درد

کے گذارد عشق آثارِ وجودِ ماسوا
برقِ نفیِ مطلق است و آشیانِ اہلِ درد

خدمتِ نعشِ شہیداں پیرہن خونیں کند
تیز گردد خنجرِ عشق از فسانِ اہلِ درد

فارسی گو گر نداند حرفِ ہندی عیب نیست
ہر کہ دارد درد خود فہمد زبانِ اہلِ درد

لفظ خوں آغشتہ باید، نالہ باید خوں چکاں
شمع سازو بیاں تا ترجمانِ اہلِ درد

آشنا باید کہ تا مردانہ خود را افگند
در طلاطم خیز بحرِ بیکرانِ اہلِ درد

فیصلہ مجلس مشاورت ۱۹۳۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مشاورت ۱۹۳۵ء میں احباب کے مشورہ سے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ کہ "جن موصیوں نے جائیداد کی وصیت کی ہوئی ہے ان کی اس جائیداد کی آمدنی کے علاوہ باقی ہر قسم کی دوسری آمدنیوں پر ان کو حصہ آمد ضرور ادا کرنا چاہیئے" یعنی ان کو ماہوار آمدنی کی بھی وصیت کرنی چاہیئے۔ اس وقت اس فیصلہ کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ لیکن احباب نے اس فیصلہ کی تعمیل کی طرف توجہ نہیں کی چونکہ اس فیصلہ کی تعمیل ضروری ہے۔ اس لئے ایسے احباب کو جلسہ سالانہ تک حصہ آمد کی وصیت کردینی چاہیئے ورنہ پھر ایسے موصیوں کے نام مجلس کار پرداز میں سرٹیفکیٹ کی منسوخی کے لئے پیش کر دئے جائینگے +

سکرٹری بہشتی مقبرہ
قادیان 11/35

قابل توجہ موصیان

بعض دوستوں کی وصیتیں ۳۲-۱۹۳۱ء کی دفتر میں آئی ہوئی ہیں۔ مگر ابھی تک چندہ شرط اول اور اعلان وصایا نہیں آیا۔ بدیں وجہ منظوری کے لئے مجلس کار پرداز میں ابھی تک پیش نہیں ہوئیں۔ ابھی تک نامکمل حالت میں پڑی ہیں اس اعلان کو پڑھ کر ایسے دوست اپنا اپنا چندہ شرط اول حسب حیثیت اور اعلان وصایا ۲/۸ جلسہ سالانہ تک ضرور بھیجدیں۔ ورنہ مجبوراً جلسہ سالانہ کے بعد ایسی وصایا بوجہ عدم پیروی داخل دفتر کردی جائیگی۔ والسلام۔

سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان 27/11/35

قابل توجہ موصیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضمیمہ الوصیت میں الوصیت کو دو اخباروں میں شائع کرانا موصی کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن ۱۹۳۵ء سے پہلے کے موصیوں نے وصایا کو اخباروں میں شائع نہیں کیا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔ اور بغیر اس کے بعض دفعہ وصیت کا مال وصول کرنے میں دقتیں بھی ہوتی ہیں۔ اسلئے اس اعلان کے ذریعہ تمام موصیان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ وہ جلد سے جلد اپنی وصایا کو اخباروں میں شائع کرائیں۔ چونکہ یہ کام فرداً فرداً ہر شخص کے لئے مشکل ہے۔ اس لئے مجلس نے اس کے لئے ۴/ فی وصیت مقرر کر دئیے ہیں۔ پس ہر موصی کو ۴/ جلد سے جلد خزانہ صدر انجمن میں ارسال کر دینا چاہیئے۔ تاکہ ان کی طرف سے اعلان کرایا جاسکے جن موصیوں نے اس طرف توجہ نہ کی ان کے سرٹیفکیٹ منسوخ کر دئے جائینگے۔ اگر کسی نے اعلان کرایا ہوا ہو۔ تو ان اخباروں کا حوالہ ارسال کردیں +

سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان 11/35

جماعت احمدیہ کی سالانہ جلسہ کی شان و شوکت بڑھانے کیلئے تیاری

جلسہ سالانہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہوگا

اس سال خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہوگا۔ دور و نزدیک کے احباب کو ابھی سے اس میں شمولیت کی تیاری کا فکر کرنا چاہیئے۔ اور نہ صرف خود اس بابرکت تقریب کے فیوض سے بہرہ اندوز ہونا چاہیئے بلکہ دوسرے اصحاب کو بھی اپنے ساتھ لانے کی کوشش کرنی چاہیئے یہ سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص سال شمار ہوگا۔ کیونکہ اس کے دوران میں احرار کی شرارتیں اور اشتعال انگیزیاں انتہا کو پہونچ گئیں۔ اور انہوں نے بعض حکام اور دوسری طاقتوں سے مدد حاصل کر کے جماعت احمدیہ کے استیصال کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ جماعت کو اپنے سالانہ جلسہ اجتماع کی شان و شوکت کو پہلے سے بھی بڑھا کر دکھا دینا چاہیئے۔ کہ معاندین کی مخالفانہ سرگرمیاں ان کے جوش اخلاص میں اضافہ کا موجب ہوئی ہیں۔ اور اس کی یہی صورت ہے۔ کہ احباب پہلے سے بہت زیادہ تعداد میں شریک ہوں۔

امتحان میں کامیابی

ہمکو بڑی خوشی اور مسرت ہے۔ کہ ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر محمد احمد صاحب نے میڈیکل سکول حیدر آباد سندھ سے ایل سی۔ ایس۔ کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ اس کامیابی پر "الحکم" ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کی خدمت میں صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

آنکھوں کا ہسپتال

اگر آپ کی آنکھوں میں کوئی تکلیف ہے تو آپ آنکھوں کے ہسپتال واقع الحکم سٹریٹ قادیان کی خدمات حاصل کیجئے۔

ڈاکٹر ایس۔ محمد عبداللہ۔ قادیان

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔